الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۲۹؍اگست ۲۰۰۳ء | ۲۹؍جمادی الثانی ۱۴۲۴ ہجری قمری — ۲۹؍ظہور ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۳۵

عام ہمدردی کی تعلیم

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ وہ کمزوروں پر رحم کرے۔ ماں باپ سے محبت کرے اور خادموں اور نوکروں سے حسن سلوک کرے۔

(جامع ترمذی کتاب صفة القیامة)

جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔

صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی زندگی متقیانہ ہو۔

کوئی احمدی عورت معاشرہ کی تمام عورتوں کی طرح نہیں ہے۔

ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔

(سیدنا حضرت امیرالمومنین مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر مستورات سے خطاب)

خطاب کا یہ متن ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے تشہد تعوذ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورة النمل کی درج ذیل آیت تلاوت کی:

﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ۔ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾(سورة الاحقاف:۱۶)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا: دنیا میں ہر شخص چاہے مرد ہو یا عورت جب وہ شادی شدہ ہو جاتا ہے تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ہاں اولاد ہو اور صحتمند اولاد ہو جوان کا نام روشن کرے، بڑے ہو کر ان کے کام آئے، اگر امیر ہے تو چاہے گا کہ بچہ بڑا ہو کر اس کے کاروبار کو سنبھالے، اس کی جائیداد کی نگرانی کرے، اس کو مزید وسیع کرے، وسعت دے۔ اور اگر غریب ہے تو خواہش ہوگی، خاص طور پر غرباء کو بیٹوں کی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا ہو اور بڑا ہو کر اس کا سہارا بنے۔ لیکن ایک گروہ ایسا بھی ہے جس میں غریب بھی شامل ہیں، امیر بھی شامل ہیں جو ایسے لوگوں کا گروہ ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا دین ہمیشہ دنیا پر مقدم رہے، اس کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور یہی گروہ کامیاب ہونے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے خود بھی کوشش کی کہ وہ نیکیوں کا راستہ اپنائیں اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بھی توجہ دیں، اور دیتے بھی ہیں۔ وہ راستہ اپنائیں جو خدا تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے اور دعاؤں سے اس کی مدد چاہتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔

یہ جو آیت مَیں نے پڑھی ہے یہ ایسے لوگوں ہی کے بارہ میں ہے۔ اس کا ترجمہ ہے: اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر یہ ادا کرسکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی۔ اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو۔ اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں، ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے پھر عموماً

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر پہلو سے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کرو

امانت کے مضمون کو جس قدر سمجھیں گے اسی قدر تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہوں گے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۸؍اگست ۲۰۰۳ء)

(لندن ۸؍اگست): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورة فاتحہ کے بعد سورة النساء کی آیت نمبر ۵۹ کی تلاوت کی۔ اس کے ترجمہ کے بعد حضور نے علامہ فخرالدین رازیؔ کی تفسیر کے حوالہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کو تمام امور میں امانتوں کے ادا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے خواہ وہ امور مذہب کے معاملات کے بارے میں ہوں یا دنیوی امور اور معاملات کے بارے میں۔ ان کے نزدیک انسان کا معاملہ یا تو اپنے ربّ کے ساتھ ہوتا ہے یا بنی نوع انسان کے ساتھ یا اپنے نفس کے ساتھ اور ان تینوں اقسام میں امانت کے حق کی رعایت رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: خطاب جلسہ سالانہ از صفحہ اوّل

دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں اس لئے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ پھر اس کی کچھ تفصیل ہے کہ کس طرح اس تربیت کے طریقہ کو آگے بڑھایا جائے، وہ مَیں آگے بیان کروں گا۔ لیکن ہر کام سے پہلے جو ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ 'میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کردے، یقیناً مَیں تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں اور یقیناً مَیں فرمانبراروں میں سے ہوں' کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔

اولاد کی خواہش کس غرض سے ہو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جس درد کے ساتھ بچوں کی تربیت کے لئے ارشادات فرمائے ہیں ان میں سے چند اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس زمانے میں دنیا سے ٹکر لے کر جب ہم نے وقت کے امام کو مانا ہے تو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والے بھی ہوں اور اپنی اولادوں کی اصلاح کے لئے اس کے درد میں شامل ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’انسان کو سوچنا چاہئے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہئے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے لیکن جب یہ ایک خاص اندازہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ اب اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کی خواہش کیا نتیجہ رکھے گی۔ صرف یہی کہ گناہ کرنے کے لئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کون سی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔

پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے۔ بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیاتِ صالحات کی بجائے اس کا نام باقیاتِ سَیِّئَات رکھنا جائز ہوگا۔

صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی اصلاح کرے

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ خود وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ مَیں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنادے تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑا نامور اور مشہور آدمی ہو، اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔

تو غرض مطلب یہ ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر مبنی ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد اسی عمر میں پیدا ہو گئے اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دنیادار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ غرض جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت تو سعدیؒ کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ

پیش اَز پدَر مُردہِ بہ ناخَلَف۔

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔‘‘

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ مورخہ ۲۴/ستمبر ۱۹۰۱ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

’’اولاد تو نیکوکاروں اور ماموروں کی بھی ہوتی ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بھی دیکھو کس قدر کثرت سے ہوئی کہ کوئی گن نہیں سکتا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن کا خیال اَور طرف تھا؟ بلکہ ہر حال میں خدا ہی کی طرف رجوع تھا۔ اصل اسلام اسی کا نام ہے جو ابراہیم کو بھی کہا کہ اَسْلِمْ۔ جب ایسے رنگ میں ہو جاوے تو وہ شیطان اور جذباتِ نفس سے الگ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کی راہ میں جان تک کے دینے میں بھی دریغ نہ کرے۔ اگر جان نثاری سے دریغ کرتا ہے تو خوب جان لے کہ وہ سچا مسلم نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بے حد اطاعت ہو اور پوری عبودیت کا نمونہ دکھاوے یہاں تک کہ آخری امانت جان بھی دیدے۔ اگر بخل کرتا ہے تو پھر سچا مومن اور مسلم کیسے ٹھہر سکتا ہے؟‘‘ (ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ ۲۰۱۔ جدید ایڈیشن)

اولاد کی تربیت کی فکر کریں

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔‘‘

حضور فرماتے ہیں:-

’’میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں...... یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اَقْرَب تعلقات کو نہیں سمجھتا، جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ ﴿رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ یعنی خدا تعالیٰ تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرمادے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عبادالرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۲۰ تا ۵۲۳ جدید ایڈیشن)

بچپن میں نماز کی عادت ڈالیں اور دین سکھائیں

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادالرحمٰن بنائیں۔ بچپن سے اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کریں۔ جب ذرا بات سمجھنے لگ جائیں تو جب بھی کوئی چیز دیں ابھی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں تو یہ کہہ کر دیں کہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اللہ میاں نے دی ہے۔ شکر کی عادت ڈالیں۔ پھر آہستہ آہستہ سمجھائیں کہ جو چیز مانگنی ہے اللہ میاں سے مانگو۔ پھر نمازوں کی عادت بچپن سے ہی ڈالنی ضروری ہے۔ آج کل بعض محنتی مائیں اپنے بچوں کو پانچ ساڑھے پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کروالیتی ہیں۔ اکثریت ایسی ماؤں کی ہے کہ سکول تو بچے کو ساڑھے تین چار سال کی عمر میں بھیجنے کی خواہش کرتی ہیں اور بھیج بھی دیتی ہیں اور بچے اس عمر میں فقرے بنا بھی لیتے ہیں اور لکھ بھی لیتے ہیں لیکن نماز اور قرآن سکھانے اور پڑھانے کے متعلق کہو تو کہتے ہیں کہ ابھی چھوٹا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کس عمر میں آپ بچے کو نماز پڑھنے کے لئے کہیں اور سکھائیں۔

ہشام بن سعد سے روایت ہے کہ حماد بن عبداللہ بن خبیر جہنی کے گھر گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ بچہ کب نماز پڑھنی شروع کرے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ایک آدمی نے بتایا تھا کہ حضور ﷺ سے یہ امر دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچہ جب اپنے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں تمیز کرنا جان لے تو اسے نماز کا حکم دو۔ (سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

تو آج کل تو چار پانچ سال کی عمر میں تمیز اور فرق بچہ کر لیتا ہے۔

پھر ایک حدیث ہے۔ حضرت عمرو ابن شعیب سے مروی ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

اب یہاں اس حدیث میں ایک اور اہم نکتہ بھی تربیت کا بتادیا کہ نماز کی ادائیگی کا جو حکم دو تو بچے اب ایسی عمر میں پہنچ رہے ہیں جہاں بچپن سے نکل کر آگے جوانی میں قدم رکھنے والے ہیں تو ان کے بستر بھی علیحدہ کردو۔ چاہے جو مرضی مجبوری ہو بہرحال بچوں کو اس عمر میں علیحدہ سونا چاہئے۔ اب ان کو علیحدہ سلاؤ۔ بہت ساری بیماریوں سے، بہت سی قباحتوں سے بچوں کو محفوظ کرلو گے۔ ایک حیا، ایک حجاب کا شعور ان میں پیدا ہوگا۔ اور یہ بات پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ حیا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ تو نماز کی اہمیت کے بارہ میں ذکر ہو رہا ہے کہ کب بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا حدیثوں سے۔ اب اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس سناتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

’’ایک خرابی تو یہ ہے کہ اَور تو ساری باتیں بچپن میں سکھانے کی خواہش کی جاتی ہے مگر دین کے متعلق کہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر سیکھ لے گا، ابھی کیا ضرورت ہے۔ بچے نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالی ہوتی اور ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ ابھی اسے پڑھنے نہ بھیجو مگر ماں باپ اسے سکول بھیج دیتے ہیں۔ ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ سال جو اس کے ہوش میں آنے کے ہیں اُن میں بھی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی لے۔ مگر نماز کے لئے جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے، تب بھی یہی کہتے ہیں ابھی بچہ ہے بڑا ہو کر سیکھ لے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بچے کو نماز کے لئے جگاؤ تو کہتے ہیں نہ جگاؤ، اس کی نیند خراب ہوگی۔ لیکن اگر صبح امتحان کے لئے انسپکٹر نے آنا ہو تو ساری رات جگائے رکھیں گے۔ گویا انسپکٹر کے سامنے جانے کا تو اتنا فکر ہوتا ہے مگر یہ فکر نہیں ہوتا کہ خدا کے حضور جانے کے لئے بھی جگا دیں۔ تو بچے کو بچپن ہی میں دین سکھانا چاہئے۔ جو لوگ بچوں کو بچپن میں دین نہیں سکھاتے تو ان کے بچے بڑے ہو کر بھی دین نہیں سیکھتے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ دنیا کے کاموں کے لئے جو عمر بلوغت کی سمجھی جاتی ہے، دین کے متعلق نہیں سمجھی جاتی۔ بچپن میں بچہ اگر چیزیں خراب کرے تو اسے ڈانٹا جاتا ہے لیکن اگر خدا کے دین کو خراب کرے تو کچھ نہیں کہا جاتا۔ پس جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں گے کہ دین سکھانے کا زمانہ بچپن ہے اور جب تک والدین نہ سمجھیں کہ ہمارا اثر بچپن ہی میں بچوں پر پڑ سکتا ہے، تب تک بچے دیندار نہیں بن سکیں گے۔ اور پھر جب تک عورتیں بھی مردوں کی ہم خیال نہ بن جائیں گی، بچے دیندار نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ مرد ہر وقت بچوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔ بچے زیادہ تر ماؤں ہی کے پاس ہوتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ دین دار مائیں بھی بچوں کو دین سکھانے میں سستی کر جاتی ہیں۔ نماز کا وقت ہو جائے اور بچہ سو رہا ہو تو کہتی ہیں ابھی اور سو لے۔ پس جب تک ماؤں کے ذہن نشین نہ کریں کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن ہی میں ہو سکتی ہے، اس وقت تک ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن ہی میں کرو اور بچپن ہی میں ان کو دین سکھاؤ تا کہ وہ حقیقی دیندار بنیں۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار صفحہ ۱۲۷)

انتہائی بچپن میں نماز کے طریق سکھانے کے بارہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنی خالہ کے گھر رات گزاری۔ رات کو آنحضرت ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ مَیں بھی حضور کے ساتھ حضور کی بائیں جانب کھڑا ہوا۔ حضور نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الأذان)۔

اب یہ نہیں کہا کہ کیوں میرے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ساتھ یہ بھی تاکید کر دی کہ اگر دو آدمی ہوں تو امام کے ساتھ دوسرا دائیں طرف کھڑا ہو۔

پھر ایک روایت ہے۔ ابو یعقوب روایت کرتے ہیں کہ میں نے مصعب بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مَیں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی تو رکوع کے جاتے ہوئے مَیں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ اس پر میرے والد نے ایسا کرنے سے منع کیا اور انہوں نے بتایا کہ ہم ایسا کرتے تھے تو ہمیں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

(صحیح بخاری کتاب الأذان باب وضع الکف علی الرکب فی الرکوع)

اب یہ بھی انتہائی بچپن میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں سکھانے والی جو بچوں کو سکھانی چاہئیں۔

پھر بچوں کی تربیت کے لئے، ان کی دنیاوی تعلیم ہے جس میں آج کل بہت کوشش کی جاتی ہے اور ہونی بھی چاہئے۔ تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو پورا کرنے والے ہوں کہ ''میرے ماننے والے علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے''۔ اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علوم شامل ہیں۔ لیکن یہاں بھی بعض مائیں، یہ ساری باتیں مَیں وہ بیان کر رہا ہوں جو تجربے میں آتی ہیں، سامنے آتی ہیں، یہاں بھی بعض مائیں اکلوتے بچے یا اکلوتے بیٹے کو جو اچھا بھلا ذہین بھی ہوتا ہے شروع میں پڑھائی میں ٹھیک بھی ہوتا ہے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے کہ اکیلا بیٹا ہے، اس کے ناز نخرے اٹھائے جائیں، بگاڑ دیتی ہیں۔ اور وہ پڑھائی اور ہر کام سے بالکل بیزار ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ گھر والوں پر اور معاشرے پر بوجھ بن جاتا ہے۔ پھر فکر ہوتی ہے ماں باپ کو کہ ایک ہمارا بچہ ہے وہ بھی بگڑ گیا ہے، دعا کریں ٹھیک ہو جائے، اس کی اصلاح ہو جائے۔ تو اگر شروع میں اس طرف توجہ ہوتی تو یہ صورت پیدا نہ ہوتی۔ بہرحال خدا تعالیٰ ایسے بچوں کی بھی اصلاح کرے، انہیں سیدھے راستے پر چلائے اور ماں باپ کو بھی ان کی طرف سے سکون حاصل ہو۔ لیکن جو بات مَیں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور خاص طور پر آج کل جبکہ ساری دنیا میں ہر ملک کا معاشرہ مادیت میں گھرا ہوا ہے تو بچے کو اپنے گھر کے ماحول میں زیادہ قریب لانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ ماں باپ کا اپنے بچے کے ساتھ سلوک ایسا ہو کہ بچہ ایک ذاتی تعلق سمجھے ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کو خود بھی ایک ذاتی تعلق ہو بچے کے ساتھ جو دوستی والا تعلق ہوتا ہے۔ بچہ زیادہ سے زیادہ ان کی تربیت کے زیر اثر رہے۔

بچوں کو جماعتی نظام سے وابستہ کریں

پھر اللہ تعالیٰ کا جماعت پر یہ بھی احسان ہے کہ جماعت کی برکت سے، ایک نظام کی برکت سے ہمیں جماعتی اور ذیلی تنظیموں کا نظام میسّر ہے۔ تربیتی کلاسیں ہیں، اجتماع ہیں، جلسے وغیرہ ہوتے ہیں جہاں بچوں کی تربیت کا انتظام بھی ہے۔ لیکن یہاں بھی وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو بچوں کو اجلاسوں وغیرہ میں بھیجیں اور جن کا نظام کے ساتھ مکمل تعاون ہو اور جو اپنے بچوں کو نظام کے ساتھ، مسجد کے ساتھ، مشن کے ساتھ مکمل طور پر جوڑ کے رکھتے ہیں۔ بعض مائیں اپنے بچوں کو اجلاسوں وغیرہ میں اس لئے نہیں بھیجتیں کہ وہاں جا کر دوسرے بچوں سے غلط باتیں اور بدتمیزیاں سیکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تو پتہ نہیں کہ وہ بدتمیزیاں یا غلط باتیں سیکھتے ہیں کہ نہیں لیکن ایسے بچے، بہرحال تجربے کی بات ہے، کہ ایسے بچے بڑے ہو کر دین سے بھی پرے ہٹتے دیکھے ہیں اور پھر وہ ماں باپ کے بھی کسی کام کے نہیں رہتے۔ اس لئے غلط ماحول سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو نظام کے ماحول سے باندھ کر رکھیں۔

یہ حدیث سامنے رکھیں۔ مسلم کی حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ (یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے)۔ جیسے جانور کا بچہ صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟۔ (کیونکہ بعد میں پھر جانور کے بچوں کو عیب دار بناتے ہیں)۔

(صحیح مسلم کتاب القدر باب معنیکل مولاد یولد علی الفطر)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''یہ بات بالکل سچی بات ہے کہ انسان پاکیزہ فطرت لے کر آتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ماں باپ کے اثر کے ماتحت بعض بدیوں کے میلان کو بھی لے کر آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ فطرت اور میلان میں فرق ہے۔ فطرت تو وہ مادہ ہے جسے ضمیر کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ پاک ہوتی ہے۔ کبھی بد نہیں ہوتی۔ خواہ ڈاکو یا قاتل کے ہاں بھی کوئی بچہ کیوں پیدا نہ ہو، اس کی فطرت صحیح ہو گی مگر یہ کمزوری اس کے اندر رہے گی کہ اگر اس کے والدین کے خیالات گندے تھے تو ان خیالات کا اثر اگر کسی وقت اس پر پڑے تو یہ ان کو جلد قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ جیسا کہ مرضوں کا حال ہے کہ جو بیماریاں پختہ ہوتی ہیں اور جزو بدن ہو جاتی ہیں، ان کا اثر بچوں پر اس رنگ میں آ جاتا ہے کہ ان بیماریوں کے بڑھانے والے سامان اگر پیدا ہو جائیں تو وہ اس اثر کو نسبتاً جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اثر جو ایک بچہ اپنے ماں باپ سے قبول کر لیتا ہے، ان خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے جو ماں باپ کے ذہنوں میں اس وقت جوش مار رہے ہوتے ہیں جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، گو یہ اثر نہایت ہی خفیف ہوتا ہے اور بیرونی اثرات بھی اس کو بالکل مٹا دیتے ہیں مگر اسلام نے اس باریک اثر کو نیک بنانے کا بھی انتظام کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ ماں باپ کو نصیحت کی ہے کہ جس وقت وہ علیحدگی میں آپس میں ملیں تو یہ دعا کر لیا کریں۔ **اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا**۔ (مشکوۃ مجتبائی صفحہ ۲۱۴) اے خدا! ہمیں بدوساوس اور گندے ارادوں سے اور ان کے محرک لوگوں سے محفوظ رکھ اور جو ہماری اولاد ہو اس کو بھی ان سے محفوظ رکھ۔''

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب ہے (یعنی بچپن کا زمانہ بہت مناسب ہے اور موزوں ہے) جب ڈاڑھی نکل آئے تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہو گا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا: مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی باتیں اکثر یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ بہرحال یہ ایک طویل امر ہے مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس عمر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہئے کہ دینی تعلیم ابتدا سے ہی ہو اور میری ابتدا سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریہ نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔ اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۴۔۴۵)

بچوں کو نیک ماحول دیں

تو جیسے کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ بچوں کا علاوہ دنیاوی تعلیم کے مسجد کے ساتھ، نظام کے ساتھ بھی تعلق پیدا کریں تا کہ ان کو اچھا ماحول میسر ہو۔ ایسا ماحول جو خدا اور خدا کے رسول کی محبت دلوں میں پیدا کرنے والا ماحول ہو۔ اعلیٰ اخلاق مہیا کرنے والا ماحول ہو۔ اب آپ یہ تو تجربہ کر چکے ہیں جو یہاں انگلستان میں رہنے والے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے بعد جو بچے مسجد میں آنا شروع ہوئے، نظام سے، حضور کی صحبت سے فائدہ اٹھایا، ان کی کایا پلٹ گئی۔ اور دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے وہ کامیاب ہوئے۔ اور تمام والدین کو اس کا تجربہ ہے اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ تو جو بچے باہر کے ماحول میں جائیں، آپ کے علم میں ہو کہ کہاں گئے ہیں۔ کھیل کی گراؤنڈ میں گئے ہیں تو اس کے بعد سیدھے گھر واپس آئیں۔ سکول گئے ہیں تو مغرب کے ماحول کا ان پر اثر تو نہیں ہو رہا۔ اب تو خیر مشرق کا بھی یہی حال ہے مغرب والا۔ بہرحال جوں جوں یہ نام نہاد نئی روشنی آ رہی ہے ماں باپ کے لئے زیادہ لمحہ فکریہ ہے۔ بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ احمدی ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں احمدی ماؤں کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کریں اور اس کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ ان کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بدخُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر بچہ نادانی سے کوئی بات خلاف مذہب اسلام کرتا ہو، اسے فوراً روکا جائے۔ اور ہر وقت اس بات کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے قلب میں جاگزیں ہو۔

اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو۔ ان کو آزاد نہ ہونے دو کہ وہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں۔ ان کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو اور ہر وقت نگرانی رکھو۔ اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ''۔ اب بعض دفعہ بعض ملکوں میں گھروں میں مسلمان بھی نہیں ہوتے میں کام کرنے والے، ان کے سپرد کر دیتے ہیں لڑکیوں کو جو بگاڑ پیدا کر رہے ہوتے ہیں، یا ایسا ہوتے ہیں ملازمین جن کو دین کا کوئی علم ہی نہیں ہوتا۔ تو فرمایا: ''کہ ملازموں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔ ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ میرا بچہ کن کن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں نے اس کے اندر کیا کیا برے نقش پیدا کئے جو اس کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔'' (الازہار لذوات الخمار صفحہ ۲)

پھر بچوں کی تربیت کا ایک اہم پہلو جیسا کہ کہا گیا ہے ان کے ماحول کو نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس بارہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بچوں کو گھر میں ایسا ماحول دیں کہ وہ زیادہ تر ماں باپ کی صحبت میں گزاریں۔ لیکن بہرحال بچوں نے سکول بھی جانا ہے، کھیلنا بھی ہے، دوستوں سے بھی اٹھنا بیٹھنا ہے۔ تو دوست اور ماحول بھی بچے کے کردار پر بہت زیادہ اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ واقعہ عموماً بیان کیا جاتا ہے اکثر ہمارے لٹریچر میں ہے، سنا ہو گا کہ ایک کالج کے لڑکے نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے خیالات میں دہریت کا اثر پیدا ہوتا جا رہا ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ جس جگہ بیٹھتا ہے اپنے کالج میں، جس سیٹ پر، وہ جگہ بدل لے۔ تو جگہ بدلنے سے خیالات میں بھی تبدیلی آ گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ جس لڑکے کے ساتھ اس کی سیٹ تھی کالج میں، وہ دہریہ خیالات کا لڑکا تھا۔ اور بغیر بات چیت کے بھی اس کے دہریہ خیالات کا اثر اس مسلمان لڑکے پر ہو رہا تھا۔ تو ماحول جو اثر ظاہراً ڈال رہا ہوتا ہے وہ خاموشی سے ذہن پر بھی اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے۔

ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے زیر اثر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک خیال رکھے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(جامع ترمذی۔ابواب الزھد۔باب ما جاء فی اخذالمال بحقہ)

بچوں کو بے جا لاڈ پیار سے احتراز کریں

پھر ایک ضروری بات یہ ہے جو بچوں کی تربیت میں مدنظر رہنی چاہئے، خاص طور پر لڑکوں کی تربیت میں ۔اکثر والدین لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔بعض تو لباس اور کھانے پینے وغیرہ میں بھی لڑکوں کو زیادہ فوقیت دیتے ہیں اور لڑکے لڑکی کے درمیان امتیازی سلوک ہو رہا ہوتا ہے۔تو لڑکا اگر اپنی بہن پر ہاتھ اٹھاتا ہے اس صورت میں یا تو اس کو کچھ نہیں کہا جاتا، کوئی بات نہیں، لڑ لیا، پرواہ نہ کی۔اگر بہن نے مار لڑکے کو تو اس کو سزا مل جاتی ہے۔یا پھر ایسے والدین اگر بچیکو روکتے بھی ہیں تو اس طریق پر روکتے ہیں کہ کہنا، نہ کہنا یا روکنا نہ روکنا برابر ہوتا ہے۔پھر ایسے لڑکے لاڈ پیار میں بگڑتے چلے جاتے ہیں اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لڑکے پھر نکھٹو، نکمے بن کر بیٹھے رہتے ہیں یا باہر پھر آئے۔ پانی کا گلاس بھی اگر پینا ہے تو دو فٹ چل کر پی نہیں سکتے۔بہن سے کہیں گے، ماں سے کہیں گے کہ پانی پلا دو۔اور ماں باپ آرام سے بیٹھے دیکھ رہے ہوتے ہیں، کوئی کچھ کہنے والا نہیں ہوتا۔اور یہ کوئی چھوٹی برائی نہیں ہے، بڑے ہو کر اس کے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔ ماں باپ کے لئے دردِ سر بن جاتا ہے ایسا بچہ۔ان کو فکر ہوتی ہے کہ ہمارے بعد اس کا کیا ہوگا۔اگر صاحب جائیداد والدین ہیں تو پھر یہ فکر کہ ہمارے بعد یہ ساری جائیداد اُڑا دے گا۔معاشرے پر بھی بوجھ ہے، نظام کے لئے بھی ہر وقت مشکل کھڑی کرنے والا ہوتا ہے۔اور پھر کیونکہ بچپن سے ہی بہنوں کو دبا کر رکھنے اور ان کے حقوق کا خیال نہ رکھنے کی عادت ہوتی ہے تو پھر بہنوں کے جائیداد کے حصے بھی کھا جاتے ہیں۔اور پھر علاوہ معاشی تنگی کے بعض لڑکیاں سسرال سے اور خاوندوں سے کچھ نہ لانے کے طعنے سنتی ہیں۔تو یہ ایک ایسا خوفناک شیطانی چکر ہے جو ماں باپ کی ذرا سی غلطی سے دُور تک بدنتائج کا حامل ہوتا ہے ۔اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ مائیں ہی ایسے لاڈ پیار کر کے بچوں کو بگاڑ رہی ہوتی ہیں اور الا ماشاء اللہ باپ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی ایک بہت ہی پیارے انداز میں نصیحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اولاد کے لئے ایسی تربیت کی کوشش کرو کہ ان میں باہم اخوت، اتحاد، جرأت، شجاعت، خودداری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ایک طرف انسان بناؤ، دوسری طرف مسلمان‘‘۔(خطبات نور صفحہ۷۵)

بچوں سے عزت سے پیش آئیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب برالوالد)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ جو اپنے بچوں کے ساتھ شروع سے ہی عزت سے پیش آتے ہیں ان کے بچے بھی بڑے ہو کر ان کی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں کی بھی عزت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آگے نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہتا ہے۔اس لئے بچوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر بے وجہ جھڑکنا نہیں چاہئے۔اور جہاں تک ممکن ہو ان سے عزت کا سلوک کیا کرو۔

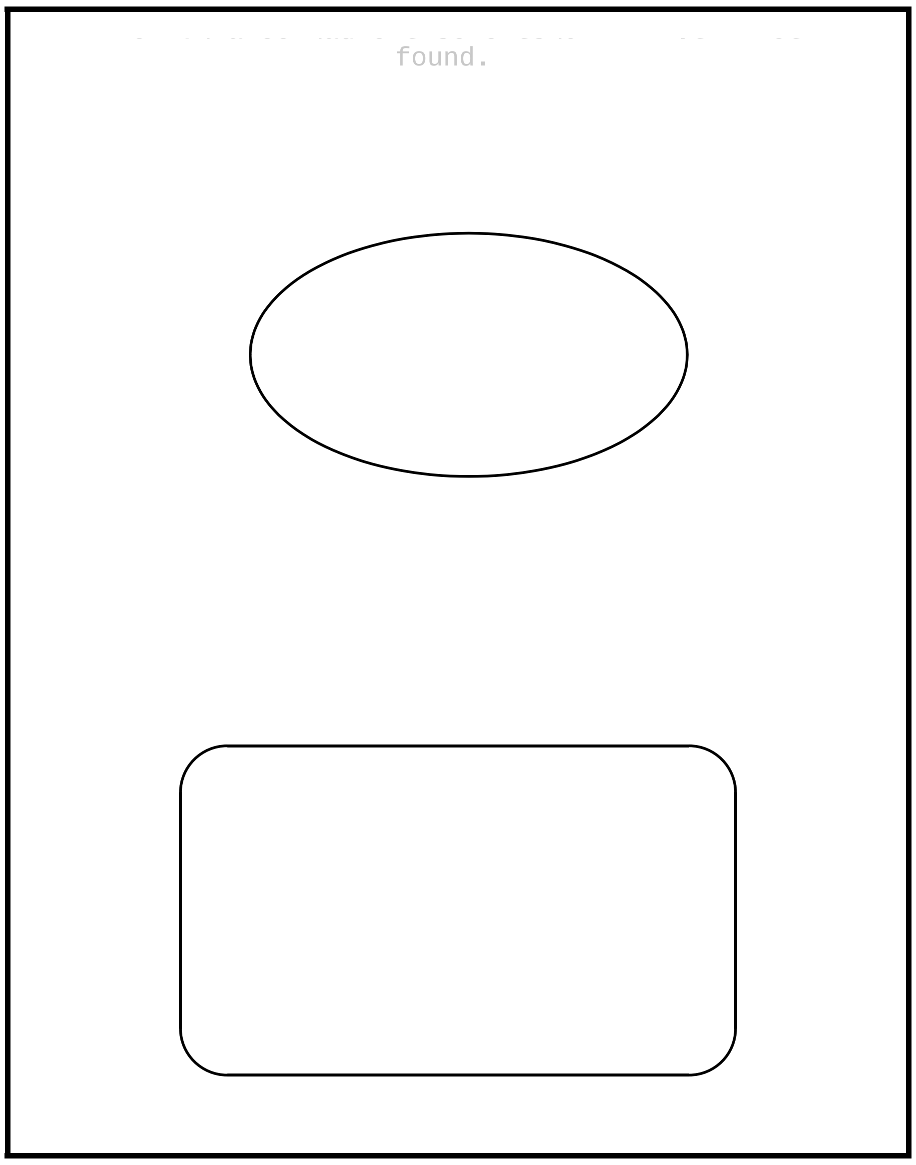

لیکن اس کے بھی غلط معنے لے لئے جاتے ہیں۔عزت سے پیش آنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں جو بعض لوگ غلط طور پر سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ کچھ نہیں کہنا۔ تو جہاں عزت سے پیش آؤ کا ارشاد ہے وہاں اچھی تربیت کا ارشاد بھی ساتھ ہی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں سختی نہ کرو لیکن غلط کام پر بچوں کو سمجھاؤ بھی کیونکہ یہ تربیت کا حصہ ہے۔اگر کسی بات پر لوگوں کے سامنے ڈانٹنا بچے کی نفسیات پر برا اثر ڈالتا ہے تو وہاں اس کو پیار سے سمجھا دینا، کسی غلط کام سے روکنا اس کی اصلاح کا باعث بنتا ہے۔تو بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن کی طرف مائیں نظر ہی نہیں کرتیں، توجہ ہی نہیں دیتیں اور یوں نظر انداز کر دیتی ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔مثلاً کسی کے گھر گئے ہیں، بچہ چیزیں چھیڑ رہا ہے یا چاکلیٹ یا اور کوئی کھانے کی چیز کھا کر پردوں یا صوفوں پر مل رہا ہے، کرسیوں سے ہاتھ پونچھ رہا ہے۔گھر والے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے ہوتے ہیں ایسی صورت میں کہ ماں کسی طرح اپنے بچے کو اس حرکت سے روکے۔لیکن ماں اس کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہی، دیکھنے کی روادار ہی نہیں ہوتی، یا دیکھ کر نظریں پھیر لیتی ہے کہ اس وقت اگر مَیں نے اس کو کچھ کہا تو بچے کی عزت نفس کچلی جائے گی اور شرمندہ ہوگا۔ یہ طریق بالکل غلط ہے۔ پھر بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ بچے نے کوئی شرارت کی، بلاوجہ کسی دوسرے بچے کو مارا، یا کسی کی کوئی چیز توڑ دی تو ماں باپ بچے کو کہہ تو رہے ہوتے ہیں کہ یہ کیوں کیا لیکن ان کے چہرے پر جو تأثرات ہوتے ہیں اور ماں باپ کے ہونٹوں پر جو دبی دبی مسکراہٹ ہوتی ہے وہ بتا رہی ہوتی ہے کہ کوئی بات نہیں۔ بچہ بہت ہوشیار ہوتا ہے، یہ یاد رکھیں بچہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے، وہ سب تأثرات دیکھ رہا ہوتا ہے اور اپنے ماں باپ کی ہر ادا سے واقف ہوتا ہے۔تو اس طرح اس کی تربیت ہونے کی بجائے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ٹھیک ہے ایسی باتوں پر مار دھاڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چہرے پر ذرا سنجیدگی سی پیدا کر لینی چاہئے تاکہ بچے کو یہ احساس ہو کہ مَیں نے غلط کام کیا ہے۔

پھر دین کے معاملے میں بچپن سے ہی بچے کے دل میں اس کی اہمیت اور پیار اور عزت پیدا کریں۔ بعض دفعہ بچے ضد میں آ کر بڑی ناگوار بات کر جاتے ہیں۔ جہاں بہرحال بچے کو سمجھانے کے لئے ماں باپ کو سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں ہر وقت یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ بچے سے نرمی کا سلوک کرو وہاں یہ مثال بھی ہے۔

حضرت اماں جانؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ قرآن شریف ریل پر رکھ کر پڑھ رہی تھیں۔میاں مبارک صاحب، جو چھوٹے بچے تھے، ان سے کسی کام کے لئے کہہ رہے تھے اور ضد کر کے ہاتھ سے ریل کو دھکا دیا کہ پہلے میرا کام کر دیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بے ادبی دیکھی تو انہیں تھپڑ دے مارا۔

اب یہاں دین کے معاملے میں کوئی رعایت نہیں۔حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بچے کو عادتاً مارا تو آپ نے اسے بلا کر بڑے درد سے فرمایا:

’’میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقتِ مناسب پر کسی حد تک بچے کو سزا دے یا چشم نمائی کرے......جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک فرض ٹھہرا لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔‘‘(ملفوظات جلد اول صفحہ۳۰۸۔۳۰۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کرواتے ہیں۔بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا‘‘۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

اخلاقی تعلیم وتربیت کا طریق

اعلیٰ اخلاق کس طرح سکھائے جائیں اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک بڑی دلچسپ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’بعض لوگ بچوں کو چڑانے کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ ماروں؟۔مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک دو دفعہ کے بعد بچہ وہی شکل بنا کر اسی طرح ہاتھ اٹھا کر کہنے لگ جاتا ہے: ماروں؟۔اسی طرح بعض احمق اپنے بچوں کو گالیاں دیتے ہیں، اسی طرح بچے آگے سے گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر اور تیوری چڑھا کر بات کرتی ہیں تو ان کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔اس کے برخلاف جو عورتیں ہنس مکھ ہوں، بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں، ان کی اولاد بھی ویسی ہی ہنس مکھ ہوتی ہے۔ماؤں کو چاہئے کہ وہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کو نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل و خوار نہ ہوں اور ہمیشہ کے لئے ان کے اخلاق درست ہو جائیں۔

تو بچوں کو خوش اخلاق بنانا چاہئے، خوش مزاج بنانا چاہئے۔ پھر اچھے اخلاق میں تحمل مزاجی بھی ہے،

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ہمیشہ بچوں کے نیک، صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔

ایشیا کے ممالک کے لئے MTA کی نشریات کا Asia Sat 3 پر آغاز

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۴؍جولائی ۲۰۰۳ء مطابق ۴؍وفا ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۔اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾(سورۃ آل عمران:۳۹)۔ یہ آیت جو تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے: اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-

’’حضرت مریم علیہا السلام ...... کے منہ سے یہ بات سن کر کہ اللہ سب کچھ دیتا ہے، یہ نعمتیں بھی اللہ نے ہی دی ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام کے دل پر چوٹ لگی اور انہوں نے خیال کیا کہ جب واقعہ یہی ہے کہ ہر چیز اللہ دیتا ہے اور ایک بچی بھی یہی کہہ رہی ہے تو مَیں تو سمجھدار اور تجربہ کار ہوں، مَیں کیوں نہ یقین کروں کہ ہر چیز خدا ہی دیتا ہے۔ چنانچہ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۔ یہ جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو توجہ ہوئی کہ مَیں بھی اپنی ضرورت کی چیز خدا تعالیٰ سے مانگوں۔ میرے گھر میں بھی کوئی بچہ نہیں۔ اگر مریم کی طرح میرے گھر میں بھی بچہ ہوتا اور مَیں اس سے پوچھتا کہ یہ چیز تمہیں کس نے دی ہے اور وہ کہتا کہ خدا نے، تو جس طرح مریم کی بات سن کر میرا دل خوش ہوا ہے، اسی طرح اپنے بچے کی بات سن کر میرا دل خوش ہوتا۔ پس حضرت مریم علیہا السلام حضرت یحیٰ کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرانے کا ایک محرک ہوگئیں اور اس طرح بالواسطہ طور پر جہاں خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے ماتحت حضرت یحیٰ علیہ السلام حضرت مسیحؑ کے ارہاص کے طور پر آئے، وہاں حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت مسیحؑ کی والدہ تھیں، حضرت یحیٰ کی پیدائش کے لئے ارہاص بن گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا سنی اور اُن کے گھر میں بچہ پیدا ہوگیا۔‘‘(تفسیر کبیر جلد پنجم۔ صفحہ ۱۱۹)

حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کو قرآن کریم نے سورۂ انبیاء کی آیت ۹۰ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا ہے۔ دعا یہ تھی:

﴿وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ۔﴾۔ اور زکریا (کا بھی ذکر کر) جب اُس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

آپؑ کی اس دعا کی قبولیت کا ذکر سورۂ مریم کی آیت ۸ میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾۔ یعنی اے زکریا! یقیناً ہم تجھے ایک عظیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہوگا۔ ہم نے اس کا پہلے کوئی ہم نام نہیں بنایا۔

اور پھر اس دعا کی برکت سے جو بیٹا عطا ہوا، اُس کی خوبیاں سورۂ مریم کی تیرھویں آیت سے لے کر سولہویں آیت تک بیان کی گئی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ اور ہم نے اسے بچپن ہی سے حکمت عطا کی تھی۔ نیز اپنی جناب سے نرم دلی اور پاکیزگی بخشی تھی اور وہ پرہیزگار تھا۔ اور اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والا تھا اور ہرگز سخت گیر (اور) نافرمان نہیں تھا۔ اور سلامتی ہے اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن اُسے دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:-

’’یہ کیسی لطیف دعا ہے اور کس طرح دعا کے چاروں کونے اس میں پورے کر دئے گئے ہیں۔ اِس دعا کو اگر ہم اپنے الفاظ میں بیان کریں تو اس کی یہ صورت ہوگی کہ: ’’اے میرے خدا! میرے اندرونی قویٰ مضحل ہوگئے ہیں، میرا بیرونی چہرہ مسخ ہوگیا ہے، مَیں ہمیشہ سے ہی تیرے الطاف خسروانہ کا عادی ہوں۔ اس لئے مایوسیاں اور ناکامیاں مَیں نے کبھی دیکھی نہیں۔ ناز کرنے کی عادت مجھ میں پیدا ہو چکی ہے۔ رشتہ دار میرے بُرے اور موت کے بعد گدّی سنبھالنے کے منتظر۔ بیوی میری بیکار۔ ان سب وجوہ کے ساتھ مَیں مانگنے آیا ہوں کہ اے میرے خدا! تُو مجھے بیٹا دے۔ ایسا بیٹا دے جو میرا ہم خیال اور دوست ہو، ایسا بیٹا دے جو میرے بعد تک زندہ رہنے والا اور میرے خاندان کو سنبھالنے والا ہو اور ایسا بیٹا دے جو میرے اخلاق اور آل یعقوب کے اخلاق کو پیش کرنے والا ہو، گویا صرف میرے نام کو ہی زندہ نہ کرے بلکہ اپنے دادوں پردادوں کے نام کو بھی زندہ کردے اور پھر وہ انسانوں ہی کے لئے باعثِ خوشی نہ ہو، بلکہ اے میرے ربّ! وہ تیرے لئے بھی باعثِ خوشی ہو۔‘‘(تفسیر کبیر جلد پنجم۔ صفحہ ۱۲۵)

اب یہ دعا ایسی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو کرنی چاہئے اور ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کرے اور صالح اولاد ہو اور پھر بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے۔ یہاں مَیں ضمناً ذکر کردوں۔ گو ضمناً ہے مگر میرے نزدیک اس کا ایک حصہ ہی ہے کہ اگر والدین کی دعا اپنے بچوں کے لئے اچھے رنگ میں پوری ہوتی ہے تو وہاں ایسے بچے جو والدین کے اطاعت گزار نہ ہوں ان کے حق میں برے رنگ میں بھی پوری ہوسکتی ہے۔ تو ماں باپ کی ایسی دعا سے ڈرنا بھی چاہئے۔ بعض بچے جائیداد یا کسی معاملہ میں والدین کے سامنے بے حیائی سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختلف لوگ لکھتے رہتے ہیں اس لئے یہ عجیب خوفناک کیفیت بعض دفعہ سامنے آجاتی ہے۔ اس لحاظ سے ایسے بچوں کو اس تعلیم کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے تو ماں کے لئے تو خاص طور پر حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ تمہاری سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے۔ یہ جو قرآن حکیم کا حکم ہے کہ والدین کو اُف نہ کہو یہ اس لئے ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارا حق مارا جا رہا ہے یا تمہارے ساتھ ناجائز رویہ اختیار کیا ہے ماں باپ نے۔ تب بھی تم نے ان کے آگے نہیں بولنا ورنہ کسی کا دماغ تو نہیں چلا ہوا کہ ماں باپ کے فیض بھی اٹھا رہا ہو اور ماں باپ اس بچے کی ہر خواہش بھی پوری کر رہے ہوں تو ان کی نافرمانی کرے یا کوئی نامناسب بات کرے۔ اس کا آدمی تکلیف نہیں کرتا ہے تو جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کی نافرمانیوں کا ذکر کرتے ہیں اپنے خطوط میں۔ اس ضمن میں والدین کا جہاں فرض ہے اور سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں جیسا کہ مَیں آگے چل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات میں اس کا ذکر کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوف خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ کل کو ان کے بچے ان کے سامنے اسی طرح کھڑے

ہو جائیں۔ کیونکہ آج اگر یہ نہ سمجھے اور اس امر کو نہ روکا تو پھر یہ شیطانی سلسلہ کہیں جا کر رکے گا نہیں اور کل کو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور احمدیت کی اگلی نسل پہلے سے بڑھ کر دین پر قائم ہونے والی اور حقوق ادا کرنے والی نسل ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ:

مری اولاد جو تری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے

دنیاوی نعماء کی بھی دعا کی ہے لیکن سب سے بڑھ کر یہ دعا کی ہے کہ:

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

(درّثمین اردو۔ صفحہ ۴۸ تا ۴۹)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کو بھی سنا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا آپ کو بھی دو بار الہاماً سکھائی گئی۔ چنانچہ پہلا الہام مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اور دوسری بار ۱۸۹۳ء میں یہ الہام ہوا:

''رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔''

اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔ اے میرے ربّ! امّتِ محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے۔ اور تُو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

(تذکرہ، صفحہ ۴۷، مطبوعہ ۱۹۶۹ء۔)

پھر نومبر ۱۹۰۷ء میں آپ کو الہام ہوا۔ بہت لمبا الہام ہے عربی میں، اس کا کچھ حصہ مَیں پڑھتا ہوں۔

''سَاَھَبُ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی''۔ مَیں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ مَیں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

''مَیں دیکھتا ہوں کہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ محض دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ محبت دنیا ان سے کراتی ہے۔ خدا کے واسطے نہیں کرتے۔ اگر اولاد کی خواہش کرے تو اس نیت سے کرے ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان:۷۵) اور نذر کرے کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جائے جو اعلاء کلمۃ الاسلام کا ذریعہ ہو جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ زکریا کی طرح اولاد دیدے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی نظر اس سے آگے نہیں جاتی کہ ہمارا باغ ہے یا اَور مِلک ہے، وہ اس کا وارث ہو اور کوئی شریک اس کو نہ لے جائے۔ مگر وہ اتنا نہیں سوچتے کہ کمبخت جب تُو مر گیا تو تیرے لئے دوست دشمن اپنے بیگانے سب برابر ہیں۔ مَیں نے بہت سے لوگ ایسے دیکھے اور کہتے سنے ہیں کہ دعا کرو کہ اولاد ہو جائے جو اس جائداد کی وارث ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد کوئی شریک لے جاوے۔ اولاد ہو جائے خواہ وہ بدمعاش ہی ہو، یہ معرفت اسلام کی رہ گئی ہے......

انٹرنیشنل فون کالز

انتہائی ارزاں نرخوں پر
سٹار کالنگ کارڈ کے بعد اب سمارٹ سسٹم پیش کرتے ہیں

ہوم اینڈ بزنس اکاؤنٹس

اب گھر بیٹھے صرف ایک فون کال کر کے یا بذریعہ انٹرنیٹ اکاؤنٹ کھلوائیں
مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں

SMART PHONE SYSTEMS LTD
Free Phone: 0800 635 9000
www.smartphonesystems.co.uk

پس یاد رکھو کہ مومن کی غرض ہر آسائش، ہر قول و فعل، حرکت و سکون سے گو بظاہر نکتہ چینی ہی کا موقعہ ہو مگر در اصل عبادت ہوتی ہے۔ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ جاہل اعتراض سمجھتا ہے مگر خدا کے نزدیک عبادت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس میں اخلاص کی نیت نہ ہو تو نماز بھی لعنت کا طوق ہو جاتی ہے۔'' (ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ ۵۷۹۔ جدید ایڈیشن)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''فنافی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہئے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی بچوں، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعثِ رحمت بن جاؤ۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقعہ ہرگز ہرگز نہ دینا چاہئے۔ فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ کی نصرت انہیں کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں، ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں بڑا شوق ذوق اور شدت رقت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ ﴿اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ﴾ (الاحقاف:۱۶) میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو پہلا فتنہ حضرت آدم پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں بلعم کا ایمان جو حبط کیا گیا اصل میں اس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دیدیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰ پر بد دعا کرنے کے واسطے اُکسایا تھا۔ غرض اُن کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو اُن کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔''

(ملفوظات جلد ۵۔ صفحہ ۴۵۶ و ۴۵۷۔ جدید ایڈیشن)

پھر آپ نے فرمایا: ''یہ منع نہیں بلکہ جائز ہے کہ اس لحاظ سے اولاد اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری کرے کہ وہ اس کے زیر دست ہیں تو پھر یہ بھی ثواب اور عبادت ہی ہوگی اور خدا تعالیٰ کے حکم کے نیچے ہوگا......

غرض ان سب کی غور و پرداخت میں اپنے آپ کو بالکل الگ سمجھے اور اُن کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہیں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔

غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہم و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔''

(ملفوظات۔ جلد سوم۔ صفحہ ۵۹۹، ۶۰۰۔ مطبوعہ ربوہ۔ جدید ایڈیشن)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جب تک اولاد کی خواہش محض اس لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہوگا۔لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔‘‘(ملفوظات جلد۲ صفحہ ۳۷۰)

اب اس طرف بھی توجہ دلائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہ اولاد کے لئے دعا بھی کریں کہ وہ نیک صالح ہو،لیکن پھر دعا کریں اور خود پوری طرح عمل نہ کر رہے ہوں تو یہ بھی اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے اپنی اصلاح کے لئے بھی اسی طرح توجہ کرنی ہوگی۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اَور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے۔..........فرمایا: اولاد چیز کیا ہے؟ بچپن سے ماں اس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دکھ اور تکلیف کے وقت وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے۔ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آجاتے ہیں۔نہ بیٹا کام آسکتا ہے نہ باپ،نہ ماں،نہ کوئی اَور عزیز۔اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس ان کی اس قدر محبت اور پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُم فِتْنَۃٌ﴾ (التغابن:۱۶)اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں۔دیکھو اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کُل اولاد جو مر چکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہوگا تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جانے کا خیال بھی کرے گا؟

پس انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے۔جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر بُرا مناتا ہے وہ بخیل بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کی تھی بخل کرتا ہے اور بخیل کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔پس ایسا شخص جو خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے اس کی عبادت نماز،روزہ بھی کسی کام کے نہیں۔‘‘(ملفوظات۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳۔ جدید ایڈیشن)

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا جو اپنے صحابہ یا دوستوں کی اولاد کے لئے کی ان میں سے چند واقعات کا ذکر کروں گا جس سے پتہ چلتا ہے کہ سمیع خدا نے کس طرح دعاؤں کو قبولیت بخشی۔لیکن جب آپ واقعات سنیں گے تو یہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ آپ نے ایسے شخص کو جس کے لئے بھی دعا کی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔اور اس کے ساتھ صاحب اقبال اولاد کی پیدائش کو مشروط کیا اور صحابہ اور رفقاء کے لئے بھی اولاد کی دعا کی اور نیک صالح،دیندار اولاد کی دعا اپنے خدا سے مانگی اور ان واقعات سے آپ دیکھیں گے کہ کس شان سے وہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوئیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے منشی عطا محمد صاحب پٹواری نے کہ جب مَیں غیر احمدی تھا۔اور ونجواں ضلع گورداسپور میں پٹواری ہوتا تھا تو قاضی نعمت اللہ صاحب خطیب بٹالوی جن کے ساتھ میرا ملنا جلنا تھا،مجھے حضرت صاحب کے متعلق بہت تبلیغ کیا کرتے تھے مگر مَیں پرواہ نہیں کرتا تھا۔ایک دن انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا۔مَیں نے کہا اچھا مَیں تمہارے مرزا کو خط لکھ کر ایک بات کے متعلق دعا کراتا ہوں۔اگر وہ کام ہو گیا تو مَیں سمجھ لوں گا کہ وہ سچے ہیں۔چنانچہ مَیں نے حضرت صاحب کو خط لکھا کہ آپ مسیح موعود اور ولی اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور ولیوں کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے خوبصورت،صاحب اقبال لڑکا جس بیوی سے مَیں چاہوں عطا کرے۔اور نیچے مَیں نے لکھ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں مگر کئی سال ہو گئے آج تک کسی کے اولاد نہیں ہوئی۔مَیں چاہتا ہوں کہ بڑی بیوی کے بطن سے لڑکا ہو۔حضرت صاحب کی طرف سے مجھے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط گیا کہ مولا کے حضور دعا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند ارجمند صاحب اقبال خوبصورت لڑکا جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں عطا کرے گا مگر شرط یہ کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔منشی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا۔چنانچہ مَیں نے مسجد میں جا کر مُلّاں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیسی تھی تو لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کس طرح آ گیا ہے۔مگر وہ مُلّاں مجھے جواب نہ دے سکا۔پھر مَیں نے دھرم کوٹ کے مولوی فتح دین صاحب مرحوم احمدی سے پوچھا۔انہوں نے کہا کہ زکریّا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو،حلال کھاؤ،نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا جایا کرو۔یہ سن کر مَیں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔چار پانچ ماہ کا عرصہ گزرا ہوگا کہ مَیں ایک دن گھر گیا تو اپنی بڑی بیوی کو روتے ہوئے پایا۔سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ پہلے مجھ پر یہ مصیبت تھی کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے میرے پر دو بیویاں کیں۔اب یہ مصیبت آئی ہے کہ گویا اولاد کی امید ہی نہیں رہی۔ان دنوں میں اُس کا بھائی امرتسر میں تھانے دار تھا۔چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو کہ مَیں کچھ علاج کرواؤں۔مَیں نے کہا وہاں کیا جاؤ گی یہیں دائی کو بلوا کر دکھلاؤ اور اس کا علاج کرواؤ۔چنانچہ اس نے دائی کو بلوایا اور کہا کہ مجھے کچھ دوا وغیرہ دو۔دائی نے سرسری دیکھ کر کہا : میں تو دوا نہیں دیتی نہ ہاتھ لگاتی ہوں کیونکہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تیرے اندر بھول گیا ہے۔مگر مَیں نے اس سے کہا کہ ایسا نہ کہو بلکہ مَیں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی تھی۔پھر منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصے میں حمل کے پورے آثار ظاہر ہو گئے اور مَیں نے اردگرد سب کو کہنا شروع کیا کہ دیکھ لینا کہ میرے لڑکا پیدا ہوگا اور ہوگا بھی خوبصورت۔مگر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی بڑی کرامت ہے۔ آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔مَیں اسی وقت دھرم کوٹ بھاگا گیا جہاں میرے کئی رشتہ دار تھے اور لوگوں کو اس کی پیدائش سے اطلاع دی۔چنانچہ کئی لوگ اسی وقت بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔مگر بعض نہیں گئے اور پھر اس واقعہ پر ونجواں کے بھی بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور مَیں نے بھی بیعت کر لی اور لڑکے کا نام عبدالحق رکھا‘‘۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۲۱۔۲۲۲)

پھر ایک واقعہ ہے۔ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب کی اہلیہ اوّل شادی کے چار سال بعد وفات پا گئیں جبکہ اہلیہ ثانی کے بارہ میں متعدد ڈاکٹروں اور حکیموں کی متفقہ رائے تھی کہ اولاد سے محروم رہیں گی۔چنانچہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے جب ارتداد اختیار کیا تو حضرت مسیح موعودؑ کو مقابلہ کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ’’قدرت اللہ کے لئے بے شک دعا کریں اس کے اولاد نہیں ہوگی‘‘۔اس پر حضور علیہ السلام نے دعا کی اور حضرت مولوی صاحبؓ کو لکھوایا ’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری اس قدر اولاد ہوگی کہ تم سنبھال نہ سکو گے‘‘۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو چودہ بچے عطا کئے جن میں سے پانچ کو وہ سنبھال نہ سکے اور باقی نو بچے خدا کے فضل سے زندہ رہے اور بڑھے پھولے۔(رجسٹر روایات)

پھر قبولیت دعا کے نتیجہ میں ایک نعم البدل عطا ہونے کے بارہ میں ایک واقعہ ہے۔حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ مغربی افریقہ کے والد حافظ نبی بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

"۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے کہ میرا لڑکا عبدالرحمن نامی جو ہائی سکول میں ساتویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا ، ماہ مئی میں بعارضہ بخار محرقہ وسرسام تین چار دن بیمار رہ کر قادیان میں فوت ہوگیا۔ اس وقت مَیں فیض اللہ چک میں تھا کیونکہ مَیں اُس وقت ملازم تھا اور رخصت پر گھر آیا ہوا تھا۔ فیض اللہ چک میں اس کی بیماری کی خبر پہنچی تو مَیں فوراً قادیان آ گیا۔ علاج حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ مَیں بچے کی حالت دیکھ کر حضورؓ کے گھر پہنچا۔ دستک دی تو حضور باہر تشریف لائے۔ مَیں نے بچے کی حالت سے اطلاع عرض کی۔ حضور فوراً اندر تشریف لے گئے اور چار پانچ گولیاں لاکر مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ ابھی جا کر ایک گولی پانی میں گھول کر دے دو اور پھر مجھے اطلاع دو۔ مَیں دعا بھی کروں گا۔ چنانچہ مَیں نے اسی وقت آ کر گولی پانی میں گھسائی اور بچے کو دی۔ چونکہ بچے کی حالت نازک ہو چکی تھی گولی اندر ہی نہ گئی بلکہ منہ سے اِدھر اُدھر نکل گئی اور بچہ فوت ہوگیا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے نماز جنازہ پڑھائی اور مَیں نے نعش کو فیض اللہ چک لے جانے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ مَیں اور دیگر احباب جو میرے ساتھ موجود تھے واپس فیض اللہ چک چلے گئے۔ مَیں پھر آمدہ جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان آیا۔ حضورؓ کی نظر شفقت مجھ پر پڑ گئی تو فرمایا کہ آگے آ جاؤ۔ وہاں پر بڑے بڑے ارکان حضورؓ کے حلقہ نشین تھے۔ حضورؓ کا فرمانا تھا کہ سب نے میرے لئے راستہ دے دیا۔ حضور نے میرے بیٹھتے ہی فرمایا کہ مَیں نے معلوم کیا ہے کہ آپ نے اپنے بچے کی وفات پر بڑا صبر کیا ہے۔ میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ مَیں نعم البدل کے واسطے دعا کروں گا۔ چنانچہ اس کا نعم البدل حضور کی دعا سے مجھے لڑکا عطا ہوا جس کا نام فضل الرحمن حکیم ہے جو اس وقت بحیثیت مبلغ گولڈ کوسٹ، سالٹ پانڈ اور لیگوس میں تبلیغ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو بھی سچی قربانی کی توفیق بخشے"۔ (اب تو وہ وفات پا چکے ہیں۔ اور غانا اور نائیجیریا میں ابتدائی مبلغین میں سے تھے اور اتنا اثر تھا کہ جو لوگ احمدی ہوتے تھے دوسرے مسلمان ان کو احمدی کی بجائے حکیم کہا کرتے تھے۔ تو اس طرح بڑے مشکل حالات میں وہاں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ (اصحاب احمد جلد ۱۳ صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲)

اب آخر میں ایم ٹی اے کے بارہ میں ایک خوشی کی خبر ہے مَیں آپ کو سنادوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان، برصغیر اور ایشیا کے اکثر ممالک میں ایم ٹی اے کی نشریات Asia Sat 2 پر تھیں جس کی سیٹنگ کافی مشکل ہے اور بہت کم چینل اس پر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے Asia Sat 3 پر ہماری یہ نشریات پچھلے دس بارہ دن سے شروع ہیں اور یہ جو سیٹلائٹ ہے اس میں عموماً اردو بنگلہ ہندی انگریزی کے جتنے اہم چینل ہیں وہ جاری ہیں اس لئے جب بھی وہ اپنے ٹی وی کو Tune کرے گا تو ایم ٹی اے بھی اس کے ساتھ ہی Tune ہوگا۔ اور اس طرح ایک بڑے لمبے عرصے سے جزیرہ فجی ایم ٹی اے کے نور سے محروم تھا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نئے سیٹلائٹ کی وجہ سے دنیا کے آخری کنارے جزیرہ تائیونی میں بھی واضح سگنل موصول ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ اسی طرح پاکستان میں بھی اور بنگلہ دیش میں بھی۔ تو اب یہ Main Stream میں آ گیا ہے۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ کافی عرصہ سے ان کے ساتھ بات چیت چل رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان فرمائے ہیں کہ حیرت انگیز طور پر بڑی کم قیمت پر یہ سیٹلائٹ میسر آ گیا ہے جس کا تصور بھی پہلے نہیں تھا۔ الحمدللہ۔

ذوق وشوق کی ترقی میں دماغ کا حصہ

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

سان ڈیاگو کے محکمہ صحت کے ایک حالیہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ہر وہ کام جو انسان ذوق و شوق سے کرتا ہے وہ انسانی دماغ پر ایک نقش پیدا کرتا ہے یعنی اُس کے کام سے متعلقہ حصہ کے خلیات (Brain cells) پر بجلی کی طرح کے کنکشن یا سرکٹ بن جاتے ہیں۔ ایک ہی کام بار بار کرنے سے وہ نقش گہرے اور پختہ ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ کام کرنے چھوڑ دیئے جائیں تو وہ نقوش مدھم پڑتے پڑتے بے اثر ہو جاتے ہیں۔ تجربہ میں دیکھا گیا کہ جب انسان کے سامنے ایسی چیز آتی ہے جس سے ان کاموں کی یادیں وابستہ ہوں تو متعلقہ سرکٹ روشن اور فعّال ہو کر اُسی قسم کا احساس ذہن میں پیدا کر دیتے ہیں۔ دماغ میں ایک حصہ روحانی امور کیلئے بھی ہے جسے G-Spot کا نام دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تجربہ ایک سکول کے تیس طلباء پر MRI کی مدد سے کیا گیا جس کے ذریعہ دماغ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ کام کے دوران اسکا کونسا حصہ سرگرم عمل ہوتا ہے۔ ان لڑکوں میں سے آدھی تعداد ان کی تھی جو شراب پینے کے عادی تھے اور دوسرے وہ تھے جنہوں نے کبھی ایک آدھ بار کے سوا شراب نہ پی تھی۔ ان سب لڑکوں کو شراب کی مختلف قسموں کے اشتہار دکھائے گئے۔ شرابیوں کے ذہن اشتہار کے دیکھتے ہی یوں روشن اور بیدار ہوگئے جس طرح گوشت دیکھ کر بلی کے منہ میں پانی آ جاتا ہے جبکہ دوسروں پر ان نظاروں کا کوئی اثر نہ تھا۔ ان کا وہی حال تھا جیسے گائے بکری کے سامنے گوشت پڑا ہوا ہو۔ اس تجربہ سے کئی دلچسپ باتیں سامنے آتی ہیں جن پر غور کر کے انسان خود اپنی اصلاح کے سلسلہ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

دماغوں کے فعل کا مشاہدہ جس طریق سے کیا گیا اس کو MRI یعنی Magnetic Resonance Imaging کہا جاتا ہے۔ انسان جب کچھ سوچتا ہے، محسوس کرتا یا کام کرتا ہے تو دماغ (Brain) کا جو خاص حصہ کام کرتا ہے وہ اس طریق سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہر کام کے لئے دماغ کا ایک مخصوص حصہ فعّال ہوتا ہے جس طرح زبان کے حصے کڑوے، میٹھے اور کھٹے مزوں کے لئے مخصوص ہیں۔ انسانی دماغ میں تقریباً ایک سو ارب خلیات (Brain Cells) ہوتے ہیں۔ جتنے پیدائش پر خدائے رحمان کی طرف سے عطا ہوتے ہیں عمر بھر تقریباً اتنے ہی رہتے ہیں ان میں اضافہ نہیں ہوتا۔ پیدائش سے لے کر عمر بھر انسان جو کچھ سوچتا ہے، محسوس کرتا یا کام کرتا ہے اس سے ان خلیات میں باہم کنکشن یا سرکٹ بنتے رہتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی دماغ سے کام لیتا ہے اتنے ہی دماغ میں کنکشن بنتے جاتے ہیں اور انسان ان معاملات میں ذہین ہوتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کوئی انسان اپنے دماغ کا پانچ فیصد استعمال کرتا ہے کوئی دس فیصد اور ۱۵ فیصد تک استعمال کرنے والے خوش قسمت انسان تو بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ انسان کے آباؤ اجداد کی جو کھوپڑیاں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ ۳۰ ہزار سال میں انسانی دماغ کی ساخت یا اس کے خلیات کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑا جوں کا توں ہی رہا ہے۔

اس تجربہ کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور مختلف کاموں کے مزے انسان کے اندر ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ باہر سے صرف تحریک (Stimulation) ہی ہوتی ہے اور مزا اور ذوق پیدا کرنے اور بڑھانے میں انسان کی اپنی سوچ کا بھی خاصہ دخل ہوتا ہے۔ جو شرابی لڑکے شراب میں مزا لیتے تھے ان کے دماغ بھی اُسی طرح کے ہو گئے تھے اور شراب کا محض تصور بھی ان کے ذوق کیلئے مہمیز کا کام دیتا تھا۔ وہی کھانے جو صحت کی حالت میں مزا دیتے ہیں بیماری کی حالت میں بدمزہ اور کڑوے لگتے ہیں۔ اگرچہ یہ تجربہ صرف شراب کی مختلف اقسام کا تصور پیدا کر کے کیا گیا ہے لیکن اگر یہ دوسری دنیاوی لذات پر کیا جاتا تو بھی ویسے ہی نتائج برآمد ہوتے۔ لہذا جو مزہ اور ذوق حاصل کرنا چاہتا ہے وہ پالیتا ہے اور جو توجہ نہیں کرتا وہ نہیں پاتا۔

یہ اُصول صرف مادی لذات پر لاگو نہیں ہوتا روحانی امور میں بھی لذت اُسی کو ملتی ہے جو شعوری طور پر محنت سے اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دعاؤں اور نمازوں کا مزہ بھی پیدا کرنا پڑتا ہے اُسی طرح جس طرح مادی کھانوں کا مزہ (Taste) پیدا کیا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک بار ذکر فرمایا کہ افریقہ کے دورہ کے دوران ایک لذیذ میٹھی ڈش آپ نے بنوائی اور افریقن دوستوں کو پیش کی تو وہ ایک لقمہ لے کر ہی ہٹ گئے۔ حضور کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ حضور ہم چونکہ میٹھی ڈش نہیں کھاتے اسلئے ہم کو مزہ نہیں آتا۔ اب پتہ نہیں وہ ڈش کتنی لذیذ ہوگی لیکن جس نے کبھی وہ کھائی ہی نہیں اسکو کیا مزا آتا اسی طرح نماز کا مزہ بھی متواتر کوشش اور دعا سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذت کا ہے۔ جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذت مکدّر ہو جاتا ہے اور پھر لذت نہیں رہتی۔ مثلاً جب ناحق گالی دیتا ہے یا ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر بدمزاج ہوکر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوق نماز جاتا رہتا ہے۔ اخلاقی قویٰ کو لذت میں بہت بڑا دخل ہے جب انسانی قویٰ میں فرق آئے گا تو اسکے ساتھ ہی لذت میں بھی فرق آ جاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ اُنس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے تو چاہیے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے۔ اور اسکا علاج ہے توبہ۔ استغفار۔ تضرع۔ بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اسکو لذت اور سرور آ جاتا ہے۔ پس جسکو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو اسکو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور تھکنا مناسب نہیں۔ آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جاوے گا۔ دیکھو پانی کے لئے کس قدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لئے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے استغفار، کثرت نماز و دعا، مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۳۱۔۴۳۲)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا مزا ہمیں عبادات، خدمت دین اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اس زندگی میں ملتا ہے ویسا ہی مزا ان پھلوں کا ہوگا جو ہمیں حیات اُخروی میں ان اعمال کے بدلہ میں ملیں گے جبکہ ہمارے اعمال پھلوں کی صورت میں متمثل ہوں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۵۱ پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"کیونکہ جیسی ہماری نماز اور جیسا ہمارا روزہ ہوگا اُسی قسم کے مزہ کا وہ پھل ہوگا جو ہمیں جنت میں ملے گا۔ اگر ہم اپنے اعمال کو پوری دلجمعی اور شوق سے بجا نہیں لاتے تو ہم اپنی روحانی غذا کو جو ہمیں جنت میں ملنے والی ہے دوسروں سے کم لذیذ بناتے ہیں۔"

بقیہ: مستورات سے خطاب از صفحہ نمبر ۴

تو بچپن سے ہی ماں باپ کو اس طرف توجہ کی ضرورت ہے ۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن کو اگر نہ کیا جائے تو بچوں کو جو رونے کی اور ہر وقت بلاوجہ ریں ریں کرنے کی عادت جو پڑ جاتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے ۔ مثلاً بچے کے دودھ یا کھانے کا وقت ہے، ماں کام کر رہی ہے، بچہ دودھ یا کھانا مانگتا ہے ماں کہتی ہے ٹھہرو میں یہ کام ختم کرلوں تمہیں دیتی ہوں ۔ اب بچہ شاید دو منٹ تو صبر کرلے پھر وہ رونا شروع ہو جائے گا ۔ بعض دفعہ اتنی چیخم دوڑ ہوتی ہے کہ لگتا ہے کہ آفت آگئی ہے ۔ تو پھر جب دو تین دفعہ اس طرح ہو تو بچہ سمجھ جاتا ہے کہ اب مَیں نے جو چیز بھی مانگنی ہے، جو کام بھی کرنا ہے، اور جو کام کروانا ہے بغیر روئے کے نہیں ہو سکتا ۔ اس طرح بچے کے اخلاق پر آہستہ آہستہ اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقہ سے غصہ اور ضد کے اثر میں پروان چڑھ رہا ہوتا ہے ۔

پھر بعض ماں باپ کسی بچے کو زیادہ لاڈ کر رہے ہوتے ہیں اور بعض کو کم ۔ اور یہ فرق بعض دفعہ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ اردگرد کے ماحول کو بھی پتہ چل رہا ہوتا ہے ۔ اس سے بھی بچے میں ضد اور اپنے بھائی یا بہن کے خلاف اندر ہی اندر ایک اُبال پیدا ہوتا رہتا ہے جو بعض اوقات بڑے ہو کر نفرت پر منتج ہو جاتا ہے ۔ اگر یہ احساس کمتری لڑکی میں پیدا ہو جائے تو پھر علاوہ سسرال میں جا کر اپنی زندگی اجیرن کرنے کے بچوں کی تربیت پر بھی بعض اوقات اثر انداز ہوتا ہے ۔ آگے اس سے نسل چلنی ہے ۔ یہ احساس کمتری اس کی اولاد پر بھی اثر انداز ہوگا ۔ اور یہ یاد رکھیں کہ احمدی ماں کا بچہ صرف اس کا بچہ نہیں بلکہ جماعت کا بچہ ہے اور صرف جماعت کا بچہ ہی نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کا بچہ بھی ہے ۔ جس نے آپ ﷺ کی تعلیم کو، اعلیٰ اخلاق کو دنیا کے سامنے پیش کر کے ان کے دل جیتنے ہیں، ان کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے ۔ پس ذرا سی غلطی سے نسل کو برباد نہ کریں ۔

ایک حدیث ہے ۔ حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے غلام ہبہ کیا اور چاہا کہ اس پر حضور ﷺ کی شہادت ہو ۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کیا ۔ آپ نے فرمایا : کیا تمہارا کوئی اور بھی بیٹا ہے؟ ۔ انہوں نے کہا: ہاں ۔ فرمایا: کیا تو نے اسے بھی غلام ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہ بنوں گا ۔ (سنن ابوداؤد کتاب البیوع)

پھر ایک اور چھوٹی سی عادت ہے ۔ کھانے کے آداب ہیں ۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ بچے کھانا کھاتے ہوئے اتنا گند کر رہے ہوتے ہیں کہ جہاں مہمان جائیں وہ گھر والے جو فرنیچر اور پردوں وغیرہ کا ایسا حال ہو رہا ہوتا ہے کہ گھر والا کانوں کو ہاتھ لگا رہا ہوتا ہے کہ میری توبہ جو آئندہ اس خاندان کو اپنے گھر دعوت پر بلاؤں، بلکہ شاید باقی دعوتوں سے بھی توبہ کرلے ۔ اور پھر اگر گھر والے کے اپنے بچے سلجھے ہوئے ہوں تو دوسرے بچوں کو دیکھ کر وہ بھی دھما چوکڑی شروع کر دیتے ہیں، اس میں شامل ہو جاتے ہیں جو میزبان کی تلملاہٹ کا اور بھی زیادہ باعث بن جاتا ہے ۔ تو یہ کوئی چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے متعلق کہا جائے کہ کوئی بات نہیں، بڑے ہو کر خود ہی آداب آجائیں گے ۔ بڑے ہو کر یہ آداب نہیں آیا کرتے ۔ مَیں نے تو ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ بڑے ہو کر کھانے کی عادتیں ایسی پختہ ہو جاتی ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے ۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو چھوٹی بات نہیں سمجھا اور ہمیں اپنے عمل سے یہ آداب سکھائے ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے ۔

(مسلم ۔ کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب)

پھر حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ جو آنحضرت ﷺ کے ربیب تھے، بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں مَیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں رہتا تھا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ تھالی میں پھرتی سے ادھر ادھر گھومتا تھا ۔ حضور ﷺ نے میری اس عادت کو دیکھ کر فرمایا:

''اے بچے ! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ ۔ اس وقت سے لے کر مَیں ہمیشہ حضور کی اس نصیحت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں ۔''

(صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام والأکل بالیمین)

حضرت عکراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو مرہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا ۔ جب مَیں مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت حضورؐ مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے ۔ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور امّ سلمہؓ کے گھر لے گئے اور ان سے دریافت کیا: کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے ثرید کا پیالہ پیش کیا جس میں ثرید اور بوٹیاں کافی تھیں ۔ ہم اس میں سے کھانے لگے ۔ مَیں کبھی ادھر سے اور کبھی اُدھر سے کھاتا اور حضورؐ اپنے سامنے سے کھا رہے تھے ۔ حضورؐ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے عکراش! کھانا ایک جگہ سے کھاؤ، تمام کھانا ایک ہی طرح کا ہے ۔ پھر ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھجور یا ڈوکے تھے ۔ مَیں تو سامنے سے کھانے لگا اور حضورؐ اپنی پسند کے مطابق کبھی ادھر سے اور کبھی اُدھر سے چُن چُن کر کھاتے اور فرمایا: اے عکراش! اپنی پسند کی چُن چُن کر کھاؤ کہ یہ مختلف اقسام کی ہیں ۔ پھر پانی لایا گیا ۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ دھویا اور اپنا گیلا ہاتھ اپنے چہرے، سر اور بازوؤں پر پھیرا اور فرمایا: اے عکراش! یہ آگ پر پکی ہوئی چیز کا وضو ہے یعنی کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرلئے جائیں ۔ (ترمذی ۔ ابواب الاطعمۃ ۔ باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام)

اب دیکھیں یہاں صرف کھانے کے آداب ہی نہیں سکھائے بلکہ یہ بھی سکھایا ہے کہ کھانا کھا کر ہاتھ دھو لیا کرو ۔ خاص طور پر سالن وغیرہ قسم کا کھانا یا ایسا کھانا جس سے تمہارے ہاتھوں میں چکنائی، چپچپاہٹ یا بو آجائے ۔ بعض لوگ جو ہاتھ نہیں دھوتے ان کے ہاتھوں سے یا ان کے پاس بیٹھ کر ایسی بو آ رہی ہوتی ہے کہ کھانا خواہ وہ خوشبو ہی کھلائے اور کھانا کھاتے ہوئے چاہے وہ خوشبو اچھی لگ رہی ہو لیکن ان کے ہاتھوں سے اٹھتی ہوئی بہر حال اچھی نہیں لگ رہی ہوتی ۔ تو یہ ہیں وہ آداب جو آنحضور ﷺ نے ہمیں سکھائے ہیں ۔ اور یہ بچے کا حق ہے ماں باپ پر کہ وہ یہ تمام باتیں اپنے ماں باپ سے سیکھے ۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کے بیٹے حسنؓ نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو حضورؐ نے فرمایا کہ: چھی چھی، تم جانتے نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ) ۔ اب اس کا عام طور پر یہ مطلب لیا جاتا ہے اور وہ ٹھیک ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اور میری اولاد پر صدقہ حرام ہے ۔ اور برصغیر میں ظاہر اً سید اس کی بڑی پابندی کرتے ہیں ۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک اور تشریح بھی فرمائی ہے ۔ فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے نہ کہ دوسروں کے لئے بوجھ بننا ۔ اب دیکھیں بچپن سے ہی کتنے سبق آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو دے دئے ۔ اگر بچپن سے ہی یہ سوچ مائیں اپنے بچوں میں پیدا کریں تو آپ دیکھیں گے کہ احمدی معاشرے میں کچھ عرصہ بعد بھی کوئی ہاتھ مانگ کر کھانے والا نہیں ہوگا بلکہ کچھ کر کے کھانے والا اور کھلانے والا بن جائے گا ۔

آنحضرت ﷺ کی بچوں سے شفقت اور کس طرح آپ سبق دیتے تھے، نصیحت کرتے تھے، اس بارہ میں ایک حدیث ہے کہ خالد بن سعید کی بیٹی ام خالد روایت کرتی ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے باپ کے ساتھ زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سَنَہْ ، سَنَہْ، واہ واہ کیا کہنے ۔ (سَنَہْ حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی حَسَنَۃٌ کے ہیں) یعنی یہ کپڑے تمہیں بہت اچھے لگ رہے ہیں ۔ راویہ کہتی ہیں میں آگے بڑھی اور خاتم نبوت سے کھیلنے لگی ۔ اس پر میرے والد نے مجھے ڈانٹا ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کھیلنے دو ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ان کپڑوں کو خوب پہن کر پرانے کر کے پھاڑنا ۔ (صحیح بخاری کتاب الأدب ۔ باب من ترک صبیۃ غیرہ حتی تلعب بہ اوقبلہا اومازحہا)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب بچے بلکہ ایسی چھوٹی عمر کے بچے جن کو ابھی بولنا بھی نہیں آتا جب کوئی نئے کپڑے پہنتے ہیں تو جن سے بے تکلف ہوں ضرور ان کو اشارے سے دکھاتے ہیں ۔ اور اگر بڑا خود دیکھ کر بچے کے کپڑوں کی تعریف کرے، اس کی چیز کی تعریف کر دے تو بچے خوشی سے پھولے نہیں سماتے ۔ آنحضرت ﷺ جو سراپا شفقت تھے، ہر ایک کے جذبات کا خیال رکھنے والے تھے، دنیا میں سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے جب آپ کے سامنے بچی جاتی ہے تو کمال شفقت سے اس کے کپڑوں کی تعریف کرتے ہیں تا کہ بچہ خوش ہو جائے ۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب آپ بچے کی تعریف کریں، اس سے محبت و شفقت کا سلوک کریں تو بچہ بے تکلف ہو کر کھیلتا ہے اور مختلف حرکات کرتا ہے اور راویہ کہتی ہیں کہ مَیں نے بھی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تو میرا باپ آنحضرت ﷺ کے مقام کو سمجھتا تھا اس کو برا لگا ۔ باپ نے ڈانٹا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ادب سے رہو اور یہ وہ مقام نہیں ہے جہاں تم بے تکلف ہو کر کھیلنے کی کوشش کرو لیکن سراپا شفقت و محبت نے کمال شفقت سے فرمایا: نہیں کھیلنے دو ۔ اور پھر اس کھیل ہی کھیل میں یہ نصیحت بھی فرمادی کہ اپنے ماں باپ سے روز روز نئے کپڑوں کا مطالبہ نہ کرنا ۔ بلکہ ان کو خوب پہنو اور پرانے کرو ۔ پیار ہی پیار میں یہ نصیحت بھی فرما دی کہ دنیاوی چیزوں کے بارہ میں حرص کو اپنے قریب نہ آنے دینا ۔ تو یہ ہے وہ اسوہ جو ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کی تربیت میں اپنانا چاہئے ۔ اپنا دوست بھی بناؤ، اپنے قریب بھی کرو، اس قربت میں پیار سے بچوں کو نصیحت بھی کرو ۔ یہ نہیں کہ ذرا بچے نے ضد کی تو نئے کپڑے لینے بازار دوڑے گئے یا کسی چیز کا مطالبہ کیا تو فوراً پورا کرنے کی کوشش کی ۔ اپنے پر بوجھ لاد لیا ۔ مقروض ہو گئے کہ بچوں کے جذبات ہیں ان کا خیال رکھنا ہے ۔ بچوں کی تو بچپن سے جس رنگ میں تربیت کریں گے ان کو ویسی ہی عادت پڑ جائے گی ۔

اسی طرح پیار سے نصیحت کرنے کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ایک نصیحت کی تھی ۔ فرماتے ہیں کہ بچپن میں مَیں ایک طوطا شکار کر کے لایا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا: ''محمود اس کا گوشت حرام تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کھانے کے لئے ہی پیدا نہیں کیا ۔ بعض خوبصورت جانور دیکھنے کے لئے ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں راحت پائیں ۔ بعض جانوروں کو عمدہ آواز دی ہے کہ ان کی آواز سن کر کان لذت حاصل کریں ۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۵ ۔ جدید ایڈیشن)

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اپنے بچوں کی کس طرح تربیت کیا کرتی تھیں ۔ اس بارہ میں ان کی بیٹی سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ اصولی تربیت میں مَیں نے اس عمر تک بہت مطالعہ عام و خاص لوگوں کا کر کے بھی حضرت والدہ صاحبہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا ۔ آپ نے دینوی تعلیم نہیں پائی بجز معمولی اردو خواندگی کے ۔ مگر آپ کے جو اصول اخلاق و تربیت ہیں ان کو دیکھ کر مَیں نے یہی سمجھا ہے کہ خاص خدا کا فضل اور خدا کے مسیح کی تربیت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب کہاں سے سیکھا ۔ فرماتی ہیں کہ بچے پر ہمیشہ اعتبار اور بہت پختہ اعتبار ظاہر کر کے اس کو والدین کے اعتبار کی شرم اور لاج ڈال دینا یہ آپ کا بہت بڑا اصول تربیت ہے ۔ پھر جھوٹ سے نفرت اور غیرت وغناء آپ کا اول سبق ہوتا تھا ۔ ہم لوگوں سے بھی آپ ہمیشہ یہی فرماتی رہیں کہ بچے کو عادت ڈالو کہ وہ کہنا مان لے ۔ پھر بے شک بچوں کی شرارت بھی آئے تو کوئی ڈر نہیں ۔ جس وقت بھی روکا جائے گا باز آ جائے گا اور اصلاح ہو جائے گی ۔ فرماتیں کہ اگر ایک بار تم نے کہنا ماننے کی پختہ عادت ڈال دی تو پھر ہمیشہ اصلاح کی امید ہے ۔ یہی آپ نے ہم لوگوں کو سکھا رکھا تھا اور کبھی ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہم والدین کی عدم موجودگی میں بھی ان کے منشاء کے خلاف کر سکتے ہیں ۔ حضرت ام المومنینؓ ہمیشہ فرماتی تھیں کہ میرے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور یہی اعتبار تھا جو ہم کو جھوٹ سے بچاتا بلکہ زیادہ متنفر کرتا تھا ۔ کہتی ہیں کہ مجھے آپؓ

کا سختی کرنا کبھی یاد نہیں۔ پھر بھی آپ کا ایک خاص رعب تھا اور ہم بنسبت آپ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دنیا کے عام قاعدہ کے خلاف بہت زیادہ بے تکلف تھے۔ یعنی ماں کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ بے تکلفی تھی۔ فرماتی ہیں مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس سے حضرت والدہ صاحبہ کی بے حد محبت و قدر کرنے کی وجہ سے آپ کی محبت میرے دل میں اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی۔

بچوں کی تربیت کے متعلق ایک اصول آپ یہ بھی بیان فرمایا کرتی تھیں کہ پہلے بچے کی تربیت پر اپنا پورا زور لگاؤ، دوسرے ان کا نمونہ دیکھ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ تو یہ کیسے زریں اصول ہیں جن پر عمل کرنے سے واقعی بچوں کی کایا پلٹ سکتی ہے۔

چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار اوکاڑہ ۱۹۰۹ء میں دہلی سیکنڈ کلرک تھے اور حضرت میر قاسم علی صاحب مرحوم بھی نائب ناظر تھے اور یہ دونوں صاحب دریا گنج کے مکان میں اکٹھے رہا کرتے تھے۔ یہیں خاندان مسیح موعود علیہ السلام ان ایام میں قیام پذیر ہوا تو حضرت میر صاحب کی زبانی یہ امر معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنینؓ اپنے بچوں، بہو، بیٹیوں کی عبادات کے متعلق پوری توجہ سے نگرانی فرماتیں۔ اور نماز تہجد کا خاص اہتمام فرماتی ہیں اور ہمیشہ خاندان کے افراد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرماتی رہتی تھیں۔

(سیرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۶)

تو اب یہ پوری جماعت جو ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان ہی ہے۔ ہر ماں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔

پس اے احمدی ماؤں، وہ خوش نصیب ماؤں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس زمانے کے امام کو پہچانا، اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھا، دنیا کی مخالفت مول لی اور یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اپنا اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہیں ہم اس عہد سے دور تو نہیں جا رہے۔ ہمارا دین کو دنیا پر مقدم رکھنا صرف اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر تو نہیں رہ گیا۔ کیا ہم اس کو آگے بھی بڑھا رہے ہیں، کیا ہم نے اس عہد کو آگے اپنی نسلوں میں منتقل کر دیا ہے۔ کیا ہماری گودوں میں پلنے والے عبادالرحمٰن اور صالحین کے گروہ میں شامل ہونے والے کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی، وہ امانت جو اللہ تعالیٰ نے ہماری کوکھوں سے اس لئے جنم دلوائی تھی کہ ہم آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر سکیں، ان کی تربیت کی ہے۔ کیا ہم اور ہمارے بچے خیر امت کہلانے کے مستحق ہیں۔ اگر ہاں میں جواب ہے تو مبارک ہو۔ اگر نہیں تو یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے آپ کو اپنی بھی اصلاح کرنی ہوگی۔ جہاں ضرورت ہو وہاں اپنے خاوندوں کو بھی دین کی طرف مائل کرنے کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔ اپنے گھروں کے ماحول کو بھی ایسا پاکیزہ بنانا ہوگا جہاں میاں بیوی کا ماحول ایک نیک اور پاکیزہ ماحول کو جنم دے۔ اور یوں ہر احمدی گھرانہ ایک نیک اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے والا بن جائے جس سے جو بچہ پیدا ہو، جو بچہ پروان چڑھے، وہ صالحین میں سے ہو۔ پس اپنی قدر و منزلت پہچانیں۔ کوئی احمدی عورت معاشرہ کی عام عورت کی طرح نہیں ہے۔ آپ تو وہ عورت ہیں جس کے بارہ میں خدا کے رسول نے یہ بشارت دی ہے کہ جنت تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور کون ماں چاہتی ہے کہ اس کی اولاد دنیا و آخرت کی جنتوں کی وارث نہ بنے۔ پس ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ خدا کے مقدس رسول اور مسیح پاک علیہ السلام کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اے اللہ تو ہماری مدد کر اور ہماری نسلوں کو بھی اسلام پر قائم رکھ۔ اللہ کرے کہ آپ سب اپنی اولادوں کی صحیح تربیت کرنے والی اور ان کے حقوق ادا کرنے والی ہوں۔ اب دعا کر لیں۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۳/اگست ۲۰۰۳ء بروز بدھ مسجد فضل لندن کے احاطہ میں قبل از نماز ظہر مکرم **چوہدری محمد شریف اشرف صاحب سابق ایڈیشنل وکیل المال لندن** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ آپ مورخہ ۱۱/اگست ۲۰۰۳ء بقضائے الٰہی بعمر ۸۳ سال وفات پا گئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی اور ۱۹۴۵ء میں زندگی وقف کی۔ مختلف جماعتی دفاتر میں خدمت بجا لاتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے گریجویشن کی اور حضرت مصلح موعودؓ کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ حضور انور کے سفر یورپ ۵۶-۱۹۵۵ء میں شریک سفر ہوئے اور ۱۹۶۲ء تک پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت میں خدمات کی توفیق پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو ایڈیشنل وکیل المال لندن نامزد فرمایا۔ اس فرض کو آپ نے ۱۹۹۹ء تک احسن رنگ میں نبھایا۔ مرحوم نیک، متقی اور دعاگو موصی بزرگ تھے۔ آپ نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

۱) مکرم سیّد احمد علی شاہ صاحب سابق نائب ناظر اصلاح و ارشاد۔ ۱۰ اگست ۲۰۰۳ء کو ۹۲ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ۱۱/اگست کو نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں تدفین ہوئی۔ آپ سلسلہ کے پرانے خادم، عالم دین، قابل مصنف اور جیّد مناظر تھے۔ ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ وقف کر کے جماعتی خدمات کا سلسلہ شروع کیا جو نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلا ہوا ہے۔ ۲۶ جنوری ۱۹۸۳ء میں آپ کو نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ مقرر کیا گیا۔ جہاں دسمبر ۱۹۹۷ء تک خدمات بجا لاتے رہے۔ جماعتی اخبارات و رسائل میں آپ کے ۵۰۰ سے زائد علمی مضامین شائع ہوئے اور تین درجن سے زائد کتب اور پمفلٹس لکھنے کی توفیق پائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور سات بیٹیاں عطا فرمائیں۔

آپ ایک عارف باللہ، دعاگو، مخلص اور فدائی، عالم بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں سے مکرم سید علی احمد صاحب طارق ایڈوکیٹ کراچی کو نمایاں خدمتوں کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خوبیوں کو آگے اولاد در اولاد میں جاری رکھے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

۲) مکرم خواجہ عبد المجید صاحب۔ ۱۵ جولائی ۲۰۰۳ء کو کینیڈا میں وفات پا گئے۔ آپ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے پنشنر تھے۔ بہت مخلص، دعاگو اور موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔

۳) مکرم مرزا محمد اسلم صاحب۔ آپ ۱۹/اپریل ۲۰۰۳ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے ربوہ میں وفات پا گئے۔

آپ اکثر لنگر خانہ میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ اپنے حلقہ صادق میں سیکرٹری امور عامہ تھے۔ انتہائی مخلص، فدائی احمدی تھے۔ ہمیشہ خلافت سے وفاداری کا درس دیتے تھے۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ۵ بیٹے اور ۳ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

۴) مکرمہ رشید بیگم صاحبہ۔ یکم اگست کو جرمنی میں وفات پا گئیں۔ آپ محترم سید حسین شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ اور مکرم سید حامد محمود شاہ صاحب (امیر جماعت بلجیم) کی والدہ تھیں۔ آپ محترم شیخ عبدالمجید صاحب شملویؓ (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی صاحبزادی تھیں۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو خلافت سے وابستگی اور جماعت کی خدمت کرنے کی نصیحت فرمایا کرتی تھیں۔ آپ بہت ہمدرد، غمگسار طبیعت رکھنے والی ایک نیک خاتون تھیں، آپ موصیہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے

۵) مکرمہ سرداراں بیگم صاحبہ۔ بیوہ اللہ بخش صاحب منگلا مرحوم بعمر ۸۵ سال چک منگلا میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ ایک مخلص، دعاگو خاتون تھیں۔ نمازوں، تلاوت قرآن مجید اور چندوں میں باقاعدہ تھیں۔ بچوں کو قرآن مجید پڑھایا اور اپنے بچوں کی بھی بہت اچھی تربیت کی۔ مرحومہ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ مکرم احمد خان صاحب منگلا معلم وقف جدید (ممبر قافلہ ربوہ برائے جلسہ سالانہ لندن) کی والدہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

آخر پر فرماتا ہے کہ جو مَیں تمہیں حکم دے رہا ہوں وہ انتہائی بنیادی حکم ہے۔ اگر تم اس پر عمل کرتے رہو تو کامیابیاں تمہاری ہیں۔ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ جب خدا تعالیٰ تمہیں کسی بات کا حکم دیتا ہے تو حکم کر کے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ تم پر گہری نظر رکھنے والا بھی ہے۔ کہیں اس کے احکام کی ادائیگی میں تم خیانت تو نہیں کر رہے۔ اگر خیانت کر رہے ہو تو جو امانت تمہارے سپرد کی گئی ہے وہ بھی تم سے واپس لے لی جائے گی، تم خدمت سے محروم کر دئے جاؤ گے۔ ایک اعزاز تمہیں ملا تھا وہ تم سے چھین لیا جائے گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہمارے نظام جماعت میں عہدیداران کا نظام مختلف سطحوں پر ہے۔ اس زمانے میں ہر احمدی جہاں اور جس ملک میں رہتا ہے اس ملک کی امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکا فرض ہے کہ اپنے اس فرض کی صحیح ادائیگی کرے اور حقدار لوگوں تک امانت کو پہنچائے۔ نظام جماعت ہر احمدی سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنی امانتوں کی صحیح ادائیگی کرے، افراد جماعت نظام جماعت چلانے کے لئے عہدیدار منتخب کرتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ دعا کر کے اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں۔ حضور نے ایک حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن کو ہم مقرر کریں خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ جو خود کام کو اپنے سر پر لے اس کی مدد نہیں ہوتی۔ پس تم عہدے اپنے لئے خود نہ مانگو۔

آپ نے فرمایا کہ عہدیداران کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان کے پاس جو بھی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ آتا ہے وہ اس کے پاس امانت ہے اور عہدیدار کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سے آگے یہ معاملہ لوگوں تک پہنچائے۔ اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کسی بات کا وجود ہی نہیں ہوتا اور وہ بات بازار میں گردش کر رہی ہوتی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی شخص سے مشورہ کرتا ہے تو یہ بھی ایک امانت ہے اس کو کسی دوسرے شخص تک پہنچانا خیانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ کے سامنے دوست سمجھ کر باتیں کر دی جائیں تو ان باتوں کو باہر لوگوں میں کرنا بھی خیانت ہے۔ اگر کسی مجلس میں نظام کے خلاف یا نظام کے کسی کارکن کے خلاف باتیں ہوں تو اس کو وہیں ختم کر دینا زیادہ مناسب ہے اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر بالا افسران تک اطلاع کرنی چاہئے۔ بعض کارکن بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں پر منفی اثر ڈال سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کسی کی پیٹھ پیچھے باتیں کرنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ غیبت اور جھوٹ کے زمرے میں آتی ہیں۔

خطبہ کے آخر پر حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پڑھ کر سنائے جن میں آپ نے مومنوں کو تقویٰ اختیار کرنے اور اپنی خواہشات کو خدا کے تابع بنانے کے بارے میں روشنی ڈالی ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جتنے زیادہ افراد جماعت امانت کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں گے اتنے ہی زیادہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہوتے چلے جائیں گے۔ حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو یہ معیار قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خصوصی دعاؤں کا ثمر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

(سیدہ نسیم سعید۔ لاہور)

دنیا میں کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے اور کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کا ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ دعائیں وقتی طور پر پوری ہونے کی ہوتی ہیں اور کچھ دعائیں لمبا عرصہ مانگی جاتی ہیں۔ بعض دعائیں وقتی طور پر اُسی طرح پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ اُن کو اُسی وجود کے لئے کسی اور انداز میں قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۴/جولائی ۱۹۴۴ء کو حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے اپنے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیا میں بعض اعمال بظاہر متفرق کڑیاں معلوم ہوتے ہیں اور بعض اعمال ایک زنجیر کی طرح چلتے ہیں''۔ آج جس واقعہ کا میں ذکر کرتا ہوں وہ بھی اس زنجیر کی قسم کے واقعات میں سے ہے۔ آج سے 38 سال قبل ایک واقعہ یہاں ہوا تھا۔ ہمارا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام مبارک احمد تھا...... ۱۹۰۷ء میں وہ بیمار ہوگیا...... اس کی بیماری میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہورہی ہے...... بعض معبرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری صورت میں پورا کر دیا جائے، تو بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے...... اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا آؤ مبارک احمد کی شادی کریں...... اتفاقاً ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب کے گھر سے جو یہاں بطور مہمان آئے ہوئے تھے صحن میں نظر آئے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کو بلالیا اور فرمایا ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی مریم ہے آپ اگر پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔ انہوں نے کہا حضور مجھے کوئی عذر نہیں ...... میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لوں...... اُن کو اس وقت دو خیال تھے...... ایک تو اس سے قبل ان کے خاندان کی کوئی لڑکی کسی غیر سید کے ساتھ نہ بیاہی گئی تھی...... اور دوسرے ڈاکٹر صاحب خود مبارک احمد کا علاج کرتے تھے اور گھر میں بتاتے تھے کہ اُس کی حالت نازک ہے...... ڈاکٹر صاحب کی بیگم نے اُن سے پوچھا اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔ (جب انہوں نے ہاں جواب دیا) ...... اس پر والدہ مریم بیگم نے بات بتائی یہ سن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اگر مسیح موعودؑ کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے...... مبارک احمد کا نکاح مریم بیگم سے ہوگیا اور چند دن بعد مریم بیگم بیوہ ہوگئیں۔

(سیرت ام طاہر صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کسی نے ایک پیسہ بھی چندہ دیا ہو اور میں نے اُس کیلئے دعا نہ کی ہو۔ کیا ہی شان ہے حضرت ایک پیسہ دینے والے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا دیتے ہیں تو ننھی بچی مریم کے چند دن بعد بیوہ ہوجانے پر کس قدر درد سے دعائیں کی ہوں گی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے حضرت اماں جان کو وصیت فرمائی کہ: ''یہ لڑکی اب ہمارے نام کی ہوچکی ہے۔ اب اسے کسی دوسری جگہ نہ جانے دینا بلکہ ہمارے تینوں لڑکوں میں سے ہی کوئی لڑکا اس سے شادی کرلے''۔

(سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۰۴)

گویا حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش تھی کہ مریم کی شادی ہمارے ہی خاندان میں ہوتا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خون میں آپؑ کے خادم اور غلام زادے کا خون بھی شامل ہو۔

اس طرح مستجاب الدعوات والدین کے سامنے ننھی بیوہ بچی گھومتی پھرتی کس قدر دعاؤں کو جذب کرتی ہوگی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دل میں خدا تعالیٰ نے تحریک ڈالی۔ آپؓ فرماتے ہیں ''دن کے بعد دن اور سالوں کے بعد سال گزر گئے اور مریم کا نام بھی ہمارے دماغوں سے مٹ گیا''۔

۱۹۱۷ء۔ ۱۹۱۸ء کی بات ہے کہ سیّدہ مریم بیگم پر حضرت صاحب کی نظر پڑی جو حضرت امۃ الحی بیگم صاحبہ کے ہاں آئی ہوئی تھیں۔ حضرت صاحب نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپ کی بھاوج مریم بیگم ہیں۔ حضرت صاحب نے معلومات لیں کہ کیا ان کا نکاح ہوگیا ہے تو جواب ملا ہمارے یہاں بیوہ کا نکاح نہیں کرتے ہاں اگر حضرت صاحب کے خاندان میں رشتہ مل جائے گا تو کر دیں گے۔ حضرت صاحب نے اپنے دونوں بھائیوں سے کہا کہ کوئی ان سے رشتہ کرلے لیکن جواب نفی میں ملا۔ تب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل میں ۷/فروری ۱۹۲۱ء کو اُن سے نکاح کر لیا۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۵۴۔۲۵۵)

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کے نکاح کا خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے پڑھتے ہوئے کہا ''اس محبت اور اس عظمت کی وجہ سے جو رسول کریم ﷺ کی حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی آپ نے سادات کے تعلق کو خدا کا بڑا فضل قرار دیا ہے اور بار بار اس کا ذکر کیا ہے۔ جب اس بات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لئے فضل سمجھا تو آپ کی یہ دعا کہ ؎

تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

بتاتی ہے کہ یہ بات آپ کی اولاد کو بھی حاصل ہو گی...... حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا مقصد کیا تھا۔ یہ کہ جو سلسلہ ہدایت آپ دنیا کے لئے لائے وہ آپ کے بعد بھی قائم رہے اور دن بدن پھیلتا اور بڑھتا جائے اسی لئے آپ نے یہ دعا کی ہے۔ انبیاء کے بعد ان کے دو سلسلے ہوتے ہیں ایک تو ایسے خلفاء جو اُن کی نسل سے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو نسل سے نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ اشارات سے معلوم ہوگیا تھا کہ آپ کے قائم مقام آپ کی نسل سے ہوں گے اور ان کے ذریعے وہ مقصد پورا ہوگا جس کے لئے آپ آئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ ان کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا بھی کرتے اور چونکہ انبیاء خدا ہی کے بلانے سے بولتے ہیں اس لئے جب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہو کہ اس نبی کی اولاد سے دین کے خادم پیدا ہوں تو خدا ان کے متعلق نبی سے دعا کراتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ سے اپنی اولاد کے متعلق دعا کرائی گئی''۔

حضرت سید سرور شاہ صاحب کا پورا یقین اور ایمان تھا کہ حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کے بطن سے کوئی خاص اولاد ہوگی چنانچہ خطبہ نکاح کے آخر میں فرماتے ہیں:

''میں بوڑھا ہوں، میں چلا جاؤں گا مگر میرا ایمان ہے کہ جس طرح سے پہلی سیدہ سے خادم دین پیدا ہوئے اسی طرح اس سے بھی خادم دین ہی پیدا ہوں گے۔ یہ مجھے یقین ہے جو لوگ زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے''۔

(خطبہ نکاح بحوالہ کتاب سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۴)

بابا اِندر صاحب جو ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے اور ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے پاس کام کرتے تھے سناتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا کہ ''میں تجھے بیٹا دوں گا''۔ دو اڑھائی ماہ بعد جب بی بی مریم پیدا ہوئیں تو مجھے علیحدہ لے جا کر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بشارت تو بیٹے کے متعلق تھی لیکن پیدا لڑکی ہوئی ہے شاید مجھے سمجھنے میں غلطی لگی ہے یا یہ الہام آئندہ پورا ہو۔ میں نے کہا ممکن ہے یہ لڑکی لڑکوں سے بھی بڑھ جائے۔ جب محترمہ کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ہوئی تو میں نے شاہ صاحب کو مبارکباد دی کہ دیکھئے یہ لڑکی تمام لڑکوں سے سبقت لے گئی ہے۔

(سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۶)

یہ بات کہ یہ لڑکی تمام لڑکوں سے سبقت لے گئی۔ آل عمران کی آیت ۳۷ کو یاد دلا رہی ہے جس میں حضرت مریم کی والدہ ان کی پیدائش کے بعد کہتی ہیں کہ ''اے میرے رب میں نے تو اسے لڑکی کی شکل میں جنا ہے اور جو کچھ اُس نے جنا تھا اُسے اللہ سب سے زیادہ جانتا تھا اور (اُس کا ذہنی) لڑکا (اُس) لڑکی کی طرح نہیں ہوسکتا''۔

بابا اندر اور شاہ صاحب کو تو اس وقت لڑکی کی دو فضیلتیں نظر آرہی تھیں کہ مریم حضرت مسیح موعودؑ کی دوہری بہو اور حضرت مصلح موعودؓ کی بیوی بن گئیں لیکن خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ آئندہ ایک اولوالعزم خلیفہ کی ماں بھی بننے والی ہیں۔

پھر حضرت سیدہ مریم بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیوی بنیں اور احمدی خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی روح رواں بن گئیں۔ اپنی نیکیوں اور صفات حسنہ کی وجہ سے حضرت صاحب کو بے حد پیاری ہوگئیں۔ ۲۳ سالہ شادی کے بعد آخر ۵/ مارچ ۱۹۴۴ء کو چار مہینے شدید بیمار رہ کر فوت ہوگئیں۔

آپ کی بیماری میں حضرت صاحب کے ساتھ ساری جماعت نے بہ گریہ دعاؤں اور صدقات میں کوئی کسر نہ چھوڑی مگر یہ تمام دعائیں تقدیر مبرم کو بدل نہ سکیں۔ دعاؤں کا یہ سلسلہ اُن کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت ام طاہر کی وفات پر چالیس دن اُن کی قبر پر دعا کیلئے جاتے رہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ''چونکہ اس قسم کی دعا کی خاطر میں نے کچھ دن متواتر اُمّ طاہر کی قبر پر جانا تھا اسلئے میں نے سمجھا کہ ساتھ ہی اسلام کی فتوحات کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ حضرت صاحب کے مزار کو دیکھ کر ہمارے اندر رقت پیدا ہو ہم خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''الٰہی یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا کہ میں اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ میں اس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ اسلام کی فتح میں اس کے ہاتھ پر مقدر کروں گا، تیرا وعدہ تھا کہ شیطان اس کے ہاتھ سے آخری شکست کھائے گا۔ اے ہمارے رب یہ تیرے وعدے اس شخص سے تھے، جو اب مٹی کے ڈھیر تلے مدفون ہے۔ اور اب ان وعدوں کو پورا کرنا ہمارے ہی ذمے ہے۔ پس اے خدا ہم تجھ سے ان وعدوں کا واسطہ دیکر، عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کاموں کو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہم کمزور ہیں، ناطاقت ہیں گنہگار اور خطاکار ہیں...... اپنے فضل سے آسمان سے فرشتے نازل فرما''۔ حضرت صاحب دعا کی اہمیت کو مزید بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر یہ انکشاف فرمایا ہے کہ میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کا وہ لڑکا ہوں جس کی نسبت آپ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ اسلام کی فتح اس کے ہاتھ پر ہوں گی تو اس کے بعد میرے لئے ضروری تھا کہ میں اسلام کی فتوحات کیلئے کوئی روحانی قدم اٹھاتا''۔ (خطبہ جمعہ ۱۰/ مارچ ۱۹۴۴ء بحوالہ سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۵۱ اور ۲۵۲)

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے اس چالیس روزہ چلہ کے بارے میں لکھا کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت اور الٰہی انکشاف کے مطابق اسلام کی روحانی فتح کے لئے جو تازہ بشارت پائی ہے اس کے اندر اسلام و احمدیت کے ایک نئے دور کا آغاز پایا جاتا ہے...... حضور نے کل بعد نماز مغرب اعلان فرمایا تھا کہ میں آئندہ چالیس روز تک اسلام و احمدیت کی کامیابی، غیر معمولی کامیابی کے لئے خاص دعائیں کروں گا۔ احباب بھی میرے ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ آج مورخہ ۱۸/ مارچ بعد از نماز عصر حضور خدام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ بہشتی مقبرہ تشریف لائے۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۷۵)

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اسلام کی سربلندی کیلئے نہایت درجہ دردمندانہ دعاؤں کا باعث حضرت ام طاہر بنیں اور خدا تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اُن کے اکلوتے بیٹے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الرابع بنا کر آپ کو اسلام کی سربلندی اور اُس کے اطراف عالم میں پھیلانے کیلئے ایک اہم وجود بنایا۔ یعنی پسر موعود کا عظیم بیٹا۔

حضرت سیدہ ام طاہر کی وفات پر حضرت خلیفہ الثانیؓ غم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے تذکرہ کے بعض الہامات کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک کے متعلق فرماتے ہیں کہ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلاء كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآء والا الہام وہ ہے جو اس سے قبل پسر موعود کے متعلق ہو چکا ہے او یہ دونوں الہام فروری میں ہوئے تھے اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے قریب دوبارہ ہو گیا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ الہام منسوخ ہو چکا ہے۔ ان الہامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر موعود کی بیوی (پیشگوئی مصلح موعود کے) انکشاف کے بعد لاہور میں وفات پائے گی۔

(سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۲۸)

اب دیکھئے ماہ فروری میں ہی حضرت صاحب کا نکاح حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ سے ہوا۔ مظہر الحق والعلا کا الہام جو پسر موعود کے بارے میں تھا دوبارہ حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا جبکہ پہلا پسر موعود پیدا ہو چکا تھا۔ یقیناً یہ پسر موعود کے ہاں ایک عظیم بیٹے کی پیش خبری تھی۔

۵۱ سال پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ ان کا بیٹا طاہر احمد خلیفہ بنے گا۔ یہ بات کلثوم بیگم (جو بعد میں انور کاہلوں کی والدہ بنیں نے بتائی)۔ ''انور کاہلوں کی والدہ اپنی سہیلی حضرت امّ طاہر سے ملنے گئیں''۔ اسی صبح حضرت اُمّ طاہر کو حضور کے ایک الہام کا علم ہوا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کچھ دیر تو کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے خاموش بیٹھے رہے تھے۔ پھر بالآخر حضرت اُمّ طاہر سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا۔...... اسی دن انور کاہلوں کی والدہ کلثوم بیگم جب اپنی سہیلی کو سہ پہر ملنے گئیں اُس وقت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد تقریباً تین سال کے تھے۔ اچانک حضرت ام طاہر کمرے سے اٹھ کر چلی گئیں اور جلد ہی اپنے شوہر نامدار کی دستار لیکر واپس لوٹیں اور اسے ننھے طاہر کے سر پر باندھ دیا اور بولیں طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا۔...... پھر کلثوم بیگم سے عہد لیا کہ وہ یہ بات کسی کو نہیں بتائیں گی جب تک یہ الہام پورا نہ ہو جائے۔...... خلافت رابعہ کے انتخاب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات کے لئے جب کلثوم بیگم حاضر ہوئیں تو انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھایا اور اس الہام کی تفصیل بتائی جو حضرت خلیفہ الثانیؓ نے حضرت ام طاہر کو بتایا تھا۔......(بحوالہ: کتاب ''ایک مرد خدا'' آئن ایڈم سن اردو ترجمہ صفحہ ۲۰۸۔۲۰۹)

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

خلیفہ خدا خود بناتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے انتقال کے بعد مجلس انتخاب خلافت کے ممبران کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد کا نام القا کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب خلیفہ رابع منتخب ہو گئے کیونکہ خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ اس وقت کی دنیا میں، سب سے زیادہ قرآن کریم اور تعلیمات اسلامی پر اُن کو عبور حاصل ہے۔ آپ کی شفقت، محبت، دردمندی، جماعت کے افراد کے ساتھ آپ کا قریبی تعلق اور رابطہ جماعت کی مشکل اور نازک گھڑیوں میں آپ کی منفرد اور ممتاز خدمات اور کارہائے نمایاں اور آپ کی حیران کن اور عظیم قائدانہ صلاحیتیں یکتا و بیمثل تھیں۔ غرض آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو اطفال الاحمدیہ سے لے کر انصار اللہ تک ہر زمانے اور ہر عمر میں جماعتی کاموں کا بھرپور تجربہ حاصل کرنے کی توفیق دی۔ آپ کا رابطہ ہر سطح پر ہر خاص و عام سے رہا۔ آپ کو ہر قسم کے مسائل کا علم ہوا، جیسے کہ خدا تعالیٰ آپ کو خلافت کی ذمہ داریوں کو بہ احسن ادا کرنے کیلئے تیار کر رہا ہو۔

حضرت ام طاہر صاحبہ کو اپنے اکلوتے بیٹے کی تربیت کا خاص خیال اور فکر تھا۔ آپ کا انداز تربیت پُر جذب اور مؤثر اور دلکش تھا جس کا اندازہ آپ کے صاحبزادے کی تحریر سے ہوتا ہے فرماتے ہیں۔ ''اکثر ایسا ہوتا کہ جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی واقعہ سامنے آتا تو امی کہہ اٹھتیں دیکھو طاری! اللہ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتا ہے۔ اس کی مثال میں مجھے بعض دفعہ حضرت موسیٰؑ اور گڈریئے کا قصہ سناتیں اور کچھ اس انداز سے اور اس پیار بھرے لہجے سے خدا کا ذکر کرتیں کہ ہر ہر لفظ گویا محبت کی کہانی ہوتا''۔ (الفضل ۱۴/ اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۴)

یہ ہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے حضرت اُمّ طاہر کی وفات پر مضمون میں لکھا ''صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب کا ایک عجب واقعہ میں تا زیست نہ بھولوں گا۔ ۱۹۳۹ء کی بات ہے...... کسی بات پر ایک دن مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے اپنے خاص لب و لہجے کے ساتھ کہا کہ میاں طاہر احمد آپ نے یہ بات نہایت اچھی کہی ہے جس سے میرا دل بہت خوش ہوا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو کچھ انعام دوں۔ بتلائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے۔ تو اس بچہ نے جس کی عمر اس وقت 10½ سال کی تھی برجستہ کہا کہ ''اللہ''، نیّر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا نیّر صاحب اگر طاقت ہے تو اب میاں طاہر احمد کی پسندیدہ چیز دیجئے۔ مگر آپ کیا دیں گے، اس چیز کیلئے تو آپ خود اُن کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں''۔

(سیرۃ ام طاہر صفحہ ۱۸۳)

صاحبزادہ صاحب کی سیرۃ کے بارے میں آپ کے ماسٹر مکرم محمد ابراہیم صاحب، ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول (جو بعد میں ہیڈ ماسٹر ہوئے اور کئی سال امریکہ میں دعوت الی اللہ کے انچارج تھے، اپنے مضمون ''صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا صبر'' کے عنوان سے حضرت ام طاہر کے انتقال پر آپ کے غیر معمولی صبر اور ضبط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جس قدر صبر وقار اور رضا جوئی کا طاہر نے اظہار کیا اس کی مثال کم از کم میرے مشاہدہ میں کبھی نہیں آئی اور یہ اس تربیت کا اثر ہے جو اس کی امی نے کی۔...... متذکرہ صفات کے علاوہ خدا کے فضل سے اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ سردست میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ مہمانوازی اور ذرہ نوازی ان کی فطرت کا خاص خاصہ ہے۔ بزرگوں کا ادب اور اساتذہ کا مناسب لحاظ اور اس کے مطابق ان سے گفتگو کرنے میں بھی طاہر ممتاز ہیں۔...... میرے لئے تو طاہر کی تلاوت قرآن کریم ہی، جو وہ اپنے قابلِ فخر عالم باپ کی طرز میں کرتے ہیں کافی سے زیادہ دل لبھانے والی ہے۔...... باوجود صغرسنی کے جس قدر خضوع اور تضرع اور گریہ وزاری سے وہ نماز ادا کرتے ہیں وہ ان کے والد ماجد اور جد امجد کی صداقت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ الغرض طاہر نے اپنی امی اور ابا کے بہت سے اوصاف و محاسن سے معتدبہ حصہ پایا ہے خدا تعالیٰ انہیں ہر لحاظ سے اپنی مرحومہ والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا اہل بنائے آمین''۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۶۶۔۶۷)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہؒ حضرت سیدہ اُمّ طاہر پر اپنے مضمون میں لکھتی ہیں۔ ''پھوپھی جان کی نرینہ اولاد صرف عزیز طاہر احمد سلمہ ہی ہیں۔ آپ ہر وقت تڑپ کر خود دعا کرتیں اور پھر دوسروں سے یہ دعا کرواتیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے خدا کرے یہ خادم دین ہو۔ میں نے اسے خدا کے راستے میں وقف کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے اور پھر آنسوؤں کے ساتھ بار بار یہ جملے دہراتیں۔ ''خدایا میرا طاہری تیرا پرستار ہو۔ یہ عابد و زاہد ہو۔ اُسے خادم دین بنائیو، اسے اپنے عشق، حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق، حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں سرشار رکھیو''۔ اور میں اکثر سوچتی ہوں کہ عزیز طاہر حقیقی معنوں میں پھوپھی جان کی دعاؤں کا بہترین ثمر ہیں۔ بہت چھوٹی عمر سے ہی یہ نہایت سلیم الطبع، دین کی خدمت کرنے والے اور خدمت خلق کا خاص جذبہ رکھنے والے ہیں۔ اس حد تک کہ رات کو بھی آرام نہیں ملتا بلا امتیاز غریب و امیر سب کے ساتھ عزیز موصوف انتہائی محبت و خلوص سے پیش آتے ہیں بلکہ غریب مخلوق سے زیادہ پیار زیادہ ہمدردی اور دلی خلوص سے پیش آتے ہیں اور پھر اپنی محدود جیب سے اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کا جو زیادہ سے زیادہ حقدار ہے خاص خیال رکھتے ہیں۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ...... نے کئی مرتبہ بڑی رقت سے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ''میرا طاہری مریم مرحومہ کی دلی آرزوؤں کا بہترین ثمر ہے۔ ان کو اس بات کی تڑپ تھی کہ ان کا یہ اکلوتا بیٹا صحیح معنوں میں دین کا خادم ہو۔...... حاشا میں جو کچھ لکھ رہی ہوں اس میں عزیز داری سے بالکل ہٹ کر لکھ رہی ہوں اس میں ذرہ بھر کسی مبالغہ کو دخل نہیں۔ طاہر جو کچھ دین کی خدمت اور مخلوق خدا کی خدمت دن رات کر رہے ہیں اس قدر بے لوث ہے کہ کیا مجال ذرا بھی اس میں ''شو'' کا عنصر ہو۔ بالکل خاموش چپ چاپ، اپنی راہ پر جا رہے ہیں۔ کبھی کسی قسم کا اظہار ہم نے نہیں سنا''۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۱۷۸۔۱۷۹ یہ مضمون ۱۹۶۳ء کا ہے)

حضرت صاحبزادہ صاحب تحریر کرتے ہیں ''امّی'' نصائح عام طور پر اس رنگ میں کرتی تھیں کہ دل میں اتر جاتی تھیں۔ اگر کسی امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ یاد ہو تو وہ ضرور دیتی تھیں مثلاً ایک دفعہ بہشتی مقبرہ سے دعا کر کے ہم واپس آ رہے تھے۔ راستے میں کوئی شخص گذرا جس نے نہ ہمیں سلام کیا نہ میں نے اُسے۔ اس پر مجھ سے بہت مایوس ہوئیں کہ تمہیں اتنا بھی سلیقہ نہیں کہ راستہ چلتوں کو سلام کہو۔ میں نے کہا اُس نے بھی تو نہیں کہا تھا تو کہنے لگیں تمہیں اس سے کیا غرض؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو سب کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ پھر نصیحت کی کہ دیکھو خواہ کوئی واقف ہو یا ناواقف ہو اُسے پہلے سلام کیا کرو''۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۱۴۶)

آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اگر امی کو کبھی ہلکا سا بھی احساس ہوتا کہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہا تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتیں بلکہ زجر و توبیخ بھی کرتیں۔ ''امی ......اپنی اولاد کیلئے ہر قسم کی دینی ترقیات کے لئے بھی بہت دعائیں کرتی تھیں اور خاص طور پر میرے لئے کیونکہ امّی کے یہ الفاظ مجھے کبھی نہ بھولیں گے اور وہ وقت بھی کبھی نہ بھولے گا کہ جب ایک دفعہ امّی کی آنکھیں غم سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں آنسو چھلکنے کو تیار تھے اور امّی نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھے کہا کہ طاری! میں نے تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے خدا مجھے ایک ایسا لڑکا دے جو نیک اور صالح ہو اور حافظ قرآن''۔ (الفضل ۱۴/ اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۴)

ایک اور مضمون میں اپنی والدہ کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''کئی دفعہ حسرت سے یہ کہا کہ تمہاری پیدائش سے بھی پہلے سے میری دو خواہشات تھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا لڑکا دے جو حافظ قرآن بھی ہو اور ڈاکٹر بھی۔ مگر افسوس کہ تم یہ خواہشات پوری کرتے نظر نہیں آتے اور میں یہ حسرت لئے جا رہی ہوں ......''۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۱۵۴)

اے خدا تو گواہ ہے تیری ساری دنیا گواہ ہے کہ تو نے ماں کی یہ حسرت کہ اُن کا بیٹا حافظ قرآن ہو، قرآن کی بہت عزت کرے کو کس شان سے پورا کیا، جسکا انسانی ذہن تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایم ٹی اے کے ذریعے حضور نے قرآن سے محبت کر کے دکھائی، قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا اور ایسے آسان اور سہل انداز میں پڑھایا کہ ہر خاص و عام نے اس سے فیض اٹھایا۔ قرآن کریم کی محبت دلوں میں گھول کر پلا دی قرآن کریم کو وہ عزت دی کہ سروں پر اُس کا تاج سجا دیا، قلب و ذہن پر اس کی حکمرانی کر دی۔ موجودہ سائنسی تقاضوں، مستشرقین کے اعتراضات کے توڑ میں، قرآن کی مکنون آیات کے نئے ترجمے کر کے،

دنیا پر ثابت کر دیا کہ ان کے تمام مسائل کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔

ماں کی حسرت تو حافظ قرآن بنانے کی تھی لیکن بیٹے سے تو قادر وتوانا خدا نے ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن سے بڑھ کر کام کروادیا۔ سبحان اللہ، کس شان سے ماں کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔

حضرت ام طاہر کی یہ حسرت کہ اُن کا بیٹا ڈاکٹر بنے خدا تعالیٰ نے بہ احسن قبول کی کہ روحانی شفا بخشنے کے ساتھ ساتھ جسمانی شفا، عالمگیر پیمانے پر بخشی۔ حضورؒ کے ہاتھوں خدا تعالیٰ نے جسمانی قریب المرگ مریضوں کو زندگی بخشی۔ آپ نہ صرف خود ڈاکٹر بنے بلکہ ہزاروں لاکھوں کو ڈاکٹر بنادیا۔ سبحان اللہ، مسیحائے زمان کا مسیح نفس پوتا، جسمانی اور روحانی شفا بخشنے والا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تمام حیرت انگیز کامیابیوں اور عظیم الشان شخصیت کے پیچھے لمبے عرصے کی دعائیں خدا تعالیٰ نے قبول فرمالیں۔

(1) وہ دعائیں جو اڑھائی سالہ بیوہ، بہو سیّدہ مریم بیگم کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے مانگیں۔

(2) وہ دعائیں جو اپنی لاڈلی بیوہ بیٹی کیلئے اُن کے مستجاب الدعوات والدین نے مانگیں۔

(3) وہ دعائیں جو سیّدہ مریم بیگم کے نکاح ثانی کے وقت جماعت نے مانگیں۔

(4) وہ دعائیں جو سیّدہ مریم بیگم ام طاہر نے اپنے اکلوتے بیٹے کیلئے مانگیں اور منگوائیں۔

(5) وہ دعائیں جو سیّدہ ام طاہر کی چار ماہ شدید علالت کے زمانے میں پوری جماعت نے آپ کے عظیم شوہر حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ مانگیں۔

(6) وہ دعائیں جو سیّدہ ام طاہر کی وفات پر چالیس دن اُن کی قبر پر اُن کے لئے اور مزار حضرت مسیح موعودؑ پر اسلام کی فتح و سربلندی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ اور کثیر لوگوں نے مانگیں۔

(7) اور وہ دعائیں جو آپ کے پیارے شوہر مصلح موعودؓ آپ کی وفات کے بعد مانگتے رہے سب بدرجہ احسن قبول ہوئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مریم مجھ سے پوچھا کرتی تھیں کہ آپ کو سب سے زیادہ کس بیوی سے محبت ہے اور میں کہتا کہ اس جواب سے مجھے خدا تعالیٰ کا حکم روکتا ہے اور وہ ناراض ہوکر خاموش ہوجاتیں............آج اگر انہیں دنیا میں آنے کا موقعہ مل جائے اور وہ میرے ذکر الٰہی کے وقت یہ دیکھیں کہ جب خدا تعالیٰ کی سبوحیت، بیان کرتے کرتے اس کی پاکیزگی کا احساس میرے تن بدن کو ڈھانپ لیتا ہے، تو میرے بدن پر ایک کپکپی آجاتی ہے اور اس سبوحیت کے آخری جلوہ کے وقت، میرے منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے کہ اے سبوح خدا! کیا میری مریم کو بھی تو پاک نہیں کردے گا۔ یا جب اس کی حمد کا ذکر کرتے کرتے ساری دنیا میری نگاہ میں اس کی حمد کے ترانے گانے لگتی اور زمین و آسمان پر حمد ہی حمد کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے تو یکدم میرا جسم ایک جھٹکا کھاتا ہے، میرے دل کو ایک دھکا لگتا ہے اور میری زبان پر بے اختیار جاری ہوجاتا ہے اے وہ خدا جس کی حمد ذرہ ذرہ کر رہا ہے کیا میری مریم کو تو اپنی حمد کا مورد نہیں بنائے گا“۔ (سیرۃ ام طاہر صفحہ ۲۶۰)

ہاں آج ساری دنیا گواہ ہے کہ اُس عظیم المرتبت مستجاب الدعوات کی دعائیں اُس کی پیاری مریم کے حق میں سنی گئیں۔ اُس پیارے سبوح خدا نے مریم کو بھی پاک کیا اور اُس پیارے خدا نے اپنی حمد کا مورد بھی اُس پیاری مریم کو بناتے ہوئے اُس کے پیارے فرزند کو پاک بناتے ہوئے اپنی والدہ کیلئے حمد کا مورد بنایا اور آپ واقعی اسم بامسمّٰی ”ام طاہر“ بن گئیں۔

❁❁❁..........❁❁❁

مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب (مرحوم)

(مولوی عبدالوھاب بن آدم - امیر / مشنری انچارج غانا)

خاکسار ۱۹۶۰ء میں جامعہ احمدیہ کا کورس مکمل کر کے غانا واپس لوٹا تو ان دنوں مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب اشانٹی ریجن کے مبلغ تھے۔ غانا کے لوگ انہیں پیار سے "اے۔ یوُ۔ کلیم" کہتے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب غانا بھر میں صرف ایک احمدیہ سیکنڈری سکول تھا یعنی احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب تھے۔ آپ مکرم حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (مرحوم) سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے پوتے ہیں جنہیں مغربی افریقہ میں خدمت دین کی توفیق ملی۔ اس زمانہ میں سکول میں بہت سے پاکستانی اساتذہ تھے جو تاریخ، کیمسٹری، فزکس اور حساب وغیرہ پڑھایا کرتے تھے۔ پاکستان سے آئے ہوئے احمدی اساتذہ کی خاصی تعداد تھی جو نہ صرف آپس میں بلکہ غانین احمدیوں کے ساتھ مل جل کر پیار و محبت سے رہتے تھے۔ یہ پیار اور بھائی چارہ کا ماحول، مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کی شاندار قیادت کے مرہون منت تھا۔ حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب امیر و مشنری انچارج ہونے کے ناطے احمدیہ مسلم سکولوں کے جنرل مینجر اور جماعت کے پہلے سیکنڈری سکول کے بورڈ آف گورنر کے چیئرمین تھے۔ مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب اس سیکنڈری سکول کے نگران اور اشانٹی ریجن کے پرائمری اور مڈل سکولوں کے انچارج تھے۔

میرا آبائی تعلق بھی اشانٹی ریجن کے علاقہ Fomena سے ہے۔ اس تعلق کی بناء پر مولانا نے میرا شاندار استقبال کیا اور اشانٹی ریجن کی بہت سی جماعتوں کا تعارف کروایا۔

اس وقت امیر و مشنری انچارج غانا کے علاوہ کسی مرکزی مشنری کے پاس گاڑی کی سہولت میسر نہ تھی۔ ان دنوں آمد و رفت کے لئے بڑے بڑے ٹرک چلا کرتے تھے۔ ہم نے انہی ٹرکوں پر سوار ہوکر ریجن کا دورہ کیا۔ آپ نے از راہِ شفقت مجھے فوری شادی کرنے کا مشورہ دیا نیز آپ نے موزوں احمدی خاندانوں کی بھی نشاندہی کی جن میں خاکسار اپنا جیون ساتھی انتخاب کرسکتا تھا۔ آپ نے مشکلات کے باوجود میرے ساتھ ریجن کا مسلسل سفر کیا۔ بہت سے سیکنڈری اور مڈل سکولوں میں لیکچرز دیئے علاوہ ازیں جماعتوں میں تربیتی تقاریر بھی جاری رہیں۔ مکرم مولانا نذیر احمد مبشر صاحب کی پاکستان روانگی کے بعد مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کا تقرر بطور امیر و مشنری انچارج غانا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کماسی سے سالٹ پانڈ منتقل ہوگئے جو ان دنوں جماعت احمدیہ غانا کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

ان دنوں میں صرف عیسائیوں کے ایجوکیشنل یونٹ کام کر رہے تھے۔ مسلمانوں میں سے صرف جماعت احمدیہ کا ایجوکیشنل یونٹ قائم تھا۔ جماعت احمدیہ کی مسلمانوں کی نمائندگی میں ذمہ داری تھی کہ مزید سکول کھولے اور عیسائی سکولوں میں داخل مسلمان بچوں کو عیسائی بنانے کی کوششوں کا توڑ پیش کرے۔ آپ نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی اگرچہ کہ آپ امیر و مشنری انچارج ہونے کے ناطے بے حد مصروف تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے ملک بھر کے سیکنڈری سکولوں میں اسلام کے موضوع پر لیکچر دینے کا پروگرام تشکیل دیا۔ اس دوران بعض طلباء نے اسلام بھی قبول کرنے کی توفیق پائی۔ ان میں Hon. M. A. Seidu بھی شامل تھے جو بعد میں منسٹر آف اسٹیٹ اور Wa Central کے ممبر آف پارلیمنٹ بھی بنے۔

آپ کے دورِ امارت میں مرکز کی ایک اہم شخصیت حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر و وکیل اعلیٰ نے غانا کا دورہ کیا۔ ان کا غانا میں شاندار استقبال کیا گیا۔ غانا کے صدر مملکت His Excellency Dr Kwame Nkrumah سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ انہیں غانا کے جنوبی حصوں کی بہت سی جماعتوں کا دورہ کروایا گیا جبکہ دوسرے ریجن سے بھی وفود آ کر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بہت سے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ ان کے اعزاز میں استقبالیئے دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ملک بھر کی بہت سی شخصیات سے ملاقات ہوئی۔

اس دورہ کی ایک اہم کامیابی اکرا میں ہونے والی مغربی افریقہ کے امراء کی میٹنگ تھی جس میں سالٹ پانڈ کے مقام پر احمدیہ مسلم مشنری ٹریننگ کالج کھولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کالج کی تعمیر کی ذمہ واری مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کے کندھوں پر ڈالی گئی جو آپ نے بخوبی نبھائی اور اسی سال کے اندر اندر کالج کی عمارت تعمیر کروادی۔ پھر کیا ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے نائیجیریا، آئیوری کوسٹ، سیرالیون، لائبیریا، سے طلباء آنے شروع ہوئے۔

اس کالج سے فارغ التحصیل طلباء میں سے مکرم عبدالرشید اغبولہ صاحب (مرحوم) سابق امیر جماعت احمدیہ نائجیریا، مکرم مولوی ابراہیم بن یعقوب صاحب امیر جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ، مکرم مولوی الحسن بشیر آفن صاحب مبلغ سلسلہ گیانا اور مکرم مولوی محمد بن صالح صاحب نائب امیر ثانی جماعت احمدیہ غانا شامل ہیں۔ آپ کو غانا میں آپ کے علمی کاموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر بہت سے پمفلٹ لکھے۔ آپ نے جماعت کا ایک اخبار بھی جاری فرمایا جس کا نام The Guidance رکھا۔

آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے دور میں غانا کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ وقت حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ غانا تشریف لائے آپ نے حضور کے لئے اکرا، سالٹ پانڈ، ٹیچی مان اور کماسی کے دوروں کا انتظام کیا۔ حضور جہاں بھی تشریف لے گئے ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ اسی تاریخی دورہ کے معاً بعد حضور نے مجلس نصرت جہاں اسکیم کا اعلان فرمایا جس کے تحت غانا اور دنیا بھر میں بہت سے سیکنڈری سکول اور ہسپتال کھولے گئے۔ اس سکیم نے غانا اور براعظم افریقہ کی سماجی اور معاشی ترقی پر بڑے گہرے نقوش ثبت کئے۔

حضور کے دورہ غانا کے بعد آپ کو مرکز بلا لیا گیا اور آپ کی جگہ مکرم مولانا بشارت احمد بشیر صاحب کا تقرر ہوا۔

مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب چند سالوں کے بعد ایک بار پھر غانا تشریف لائے لیکن اس بار آپ کی آمد کا مقصد مکرم بشارت احمد بشیر صاحب کے دورِ امارت میں شروع ہونے والے ہسپتالوں اور سکولوں کی تعمیر و ترقی دیکھنا تھا۔

اللہ تعالیٰ مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کو کروٹ کروٹ رحمت نصیب کرے اور اعلیٰ علیّین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

❁❁ ❁❁

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۰؍مارچ ۲۰۰۳ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی فیاضی اور مالی قربانیوں کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میاں شریف احمد صاحبؓ کی زندگی میں عسر و یسر کے متعدد دور آئے اور ہر دَور میں انہوں نے اپنا شاہانہ مزاج قائم رکھا۔ وہ دل کے درویش مگر مزاج کے بادشاہ تھے۔ خرچ پر کنٹرول نہ کرسکنے کی وجہ سے بسااوقات مقروض بھی ہو جاتے مگر ساری عمر شاہ خرچی کے انداز میں فرق نہ آیا۔ آپؓ کی ولادت کے موقع پر ہونے والا الہام "وہ بادشاہ آتا ہے" آئندہ زندگی میں پورا ہوا۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں کہ خود مقروض رہ کر بھی غریبوں کی مدد کرتے لیکن اپنی زندگی سادگی میں گزار دی، کپڑے پھٹ جاتے مگر پرواہ نہ کرتے، جیسا ہوا پہن لیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد ہم ماڈل ٹاؤن لاہور میں ٹھہرے، وہاں ایک پان فروش بھی تھا۔ وہ ایک روز آپؓ کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ مَیں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اُس نے بتایا کہ ایک دن آپؓ دوکان پر تشریف لائے اور حال پوچھا تھا، مَیں نے عرض کیا کہ کساد بازاری ہے۔ آپؓ نے جیب سے سو روپیہ نکال کر دیا اور چل دیئے۔ مَیں نے پوچھا: واپس کب کروں؟ فرمایا: لینے کے لئے دیئے کب تھے!۔

مکرم چودھری سعید احمد عالمگیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دفتر میں ایک حافظ قرآن نجی کام سے تشریف لائے تو آپؓ نے اُن سے قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ تلاوت کرچکے تو آپؓ نے وداع کرتے وقت دس روپے کا نوٹ چپکے سے اُن کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اسی طرح کئی بچوں کو سکول کی کتابیں آپؓ خرید کر دیتے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت جذب کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ آپؓ سائل کو اُس کی توقعات سے بڑھ کر دیتے اور قرض لے کر بھی مدد فرماتے۔ سلسلہ کے کئی بزرگوں کو دعا کے لئے لکھتے تو درخواست کے ساتھ اشیاء یا نقدی کا تحفہ ضرور بھجواتے۔ اگر کوئی مزارع گندم لینے کوٹھی پر آجاتا تو اُسے کم از کم ایک من گندم کی قیمت دیدیتے۔ کوئی میلے کپڑوں والا مل جاتا تو اُسے صابن خریدنے کے لئے پیسے دیدیتے۔ حاجت مندوں سے کرید کرید کر دریافت فرماتے اور اپنی ضرورتوں کو اُن کی خاطر ملتوی کردیتے۔ کوئی مسافر مل جاتا تو خود مہمانخانہ میں لاتے اور اُس کی رہائش کا انتظام فرماتے۔

مکرم نیک محمد خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ کئی بار سفر کے دوران کسی نے سوال کیا تو آپؓ نے جیب میں ہاتھ ڈالا، جو بھی ہاتھ میں آیا، اُسے دیدیا۔ آپؓ ہر ماہ اپنے افسروں کو ایک بار دعوت طعام ضرور دیتے۔ جب فوج میں تھے تو قرض لینے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ ایک بار مَیں نے عرض کیا کہ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تو مجھے کسی کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ یہ جتنے روپے مانگیں، میرے حساب میں انہیں دیدیا کرو۔ آپؓ نے مردخان صاحب سے ٹیکنیکل کام سیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مَیں نے اتنا سخی آدمی اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ ایک بار کارخانہ تشریف لائے تو مستری سے گزشتہ روز غیرحاضری کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے بتایا کہ بیوی بیمار ہے اور ڈاکٹروں نے امرتسر لے جانے کو کہا ہے۔ آپؓ نے اُسے ایک سو روپے دیدیئے۔

بعض نئے دوکانداروں کی امداد اُن سے بظاہر ضرورت سے زیادہ سودا خرید کر کیا کرتے تھے۔ مکرم چودھری ظہور احمد صاحب آڈیٹر بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں بارش اور آندھی کے بعد آپؓ باہر نکلتے اور جن غرباء کے مکانوں کو نقصان پہنچتا، اُن کی خفیہ امداد فرماتے۔ میرے ایک مددگار کارکن کا بارش سے مکان گر گیا تو مکان کی دوبارہ تعمیر کا سارا خرچ آپؓ نے برداشت کیا اور میٹیریل بھی عمدہ لگوایا۔

مکرم سید مبارک احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ بعض افراد کی اس طرح مدد فرماتے کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع نہ ہوسکتی۔ میرے ذریعہ سے ایک بیوہ کی ۲۵؍روپے ماہوار مدد فرمایا کرتے تھے۔ مکرم ڈاکٹر احسان علی صاحب کی دوکان پر اکثر جاتے جس کا مقصد غرباء کی امداد ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ نے بیسیوں غریب مریضوں کے علاج کا خرچ برداشت کیا اور مریضوں کی سہولت کے لئے دوکان میں پنکھا بھی لگوایا۔

❋ ❋ ❋

مکرم میاں اقبال احمد صاحب شہید آف راجن پور کو روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۸؍مارچ ۲۰۰۳ء میں مکرم عبدالسلام اسلام صاحب نے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

خدمت دیں عین **مطمح** نظر
خدمت مخلوق تیری آرزو
تھی رضائے حق سدا پیش نظر
مقصد ہستی کی تجھ کو جستجو
تیرا مٹنا ہے ابھرنے کے لئے
موت تیری زندگانی کا ثبوت
ایک ہنگامہ ہے تیری روح میں
گرچہ لب پر ثبت ہے مہر سکوت

❋ ❋ ❋

ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب

مکرم ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب کا ذکر خیر قبل ازیں ۶؍دسمبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ کے اسی کالم میں ہوچکا ہے۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۵؍مارچ ۲۰۰۳ء میں مکرم ڈاکٹر صاحب کے بارہ میں مکرم محمد صدیق گورداسپوری صاحب لکھتے ہیں کہ آپ تیسرے ڈاکٹر تھے جو سیرالیون پہنچے۔ ۳۰؍جون ۱۹۷۱ء کو آپ وہاں تشریف لائے اور روکوپر میں ایک سرکاری کوارٹر میں رہائش اختیار کی اور کچے خستہ حال مکان میں کلینک کھولا جس میں بجلی اور پانی بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں ایسی شفا عطا فرمائی کہ سیرالیون کی سب سے بڑی اور بااثر تنظیم مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے نائب وزیراعظم الحاج مصطفیٰ صاحب نے ایک بار کہا کہ اُن کی ایک لڑکی جسے ڈاکٹروں نے سیرالیون میں لاعلاج قرار دے کر یورپ لے جانے کا کہا تھا، مکرم ڈاکٹر صاحب کے علاج سے شفا پاگئی۔

دراصل مکرم ڈاکٹر صاحب ایک روحانی طبیب بھی تھے۔ آپ کی خدمت خلق اور تقویٰ شعاری کی وجہ سے ہر مذہب کے لوگ آپ کا بہت احترام کرتے۔ ایک کچے مکان سے آپ نے وہاں ایک اعلیٰ درجہ کا ہسپتال اور ڈاکٹر کی رہائش گاہ کی تعمیر کی توفیق پائی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء میں آپ واپس تشریف لائے اور لاہور میں مختلف ہسپتالوں میں کام کرتے رہے اور یہیں پر ۲۳؍دسمبر ۲۰۰۱ء کو وفات پائی۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

❋ ❋ ❋

حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ

ماہنامہ "مصباح" ربوہ فروری ۲۰۰۳ء میں لجنہ اماءاللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں شامل حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ کا تفصیلی ذکر خیر مکرمہ بشریٰ سمیع صاحبہ کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

آپ ۱۹۰۱ء میں سہارنپور میں حضرت چودھری حبیب احمد صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ۷ سال کی عمر میں پہلی بار قادیان گئیں تو پھر یہی دعا کرتی رہیں کہ خدا کسی طرح قادیان لے جائے خواہ یہاں کے کسی غریب آدمی سے شادی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور ۱۵ سال کی عمر میں حضرت مولوی غلام محمد صاحبؓ سے آپ کی شادی ہوئی اور آپ مستقل قادیان آگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے اور بیٹی سے نوازا۔ ۱۹۱۸ء میں نصرت گرلز سکول میں ملازمت اختیار کرلی۔ اَن گنت لڑکیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ لجنہ اماءاللہ کی پہلی سیکرٹری مال بھی تھیں اور ۱۹۲۲ء سے ۱۹۶۱ء تک اسی حیثیت سے کام کیا۔ محلّہ دارالفضل کی صدر اور لجنہ مرکزیہ کی انسپکٹرس بھی رہیں۔ لجنہ سٹور بھی چلایا اور بیرونی شہروں کے دورے بھی کئے۔ انتظامی صلاحیت بھی تھی اور معاملہ فہم بھی تھیں۔

حضرت مولوی غلام محمد صاحبؓ فروری ۱۹۲۶ء میں وفات پاگئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ وفات سے قبل انہوں نے اپنی بیوہ اور بچوں کو حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی نگرانی میں دیدیا تھا۔ یوں حضرت استانی صاحبہ اور آپ کے بچوں کو حضرت میاں صاحبؓ اور حضرت بو زینب صاحبہؓ کی بھرپور شفقت کا سایہ نصیب ہوا۔

حضرت استانی صاحبہ نے ۱۹۳۵ء میں سکول میں وضو کرنے کے لئے حوض اور ٹوٹیوں کے لئے چندہ کی تحریک کی۔ ۱۹۳۹ء میں آپ بھی ان خوش نصیب خواتین میں شامل تھیں جنہوں نے سوت کات کر لوائے احمدیت تیار کیا۔ ۱۹۴۴ء میں وقف جائیداد کی تحریک پر آپ نے اپنے مکان کا تین چوتھائی حصہ پیش کردیا۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی آگئیں اور ستمبر ۱۹۴۷ء میں لجنہ کراچی کی صدر منتخب ہوئیں۔ ۱۹۶۱ء میں محاسبہ مقرر ہوئیں۔ لجنہ مرکزیہ کے دفتر کی بنیاد میں بھی آپ نے اینٹ رکھی۔

عالمہ باعمل تھیں اور قول سدید کی قائل تھیں۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ آپ خلیفہ وقت کے سامنے بھی سچ کہتے ہوئے نہیں گھبراتیں۔ لیکن دراصل حق گوئی کی یہ بے باکی نظام سلسلہ اور خلافت کی حفاظت کے لئے تھی نہ کہ تنقید کے لئے۔

غریب بچیوں کی تعلیم و تربیت اور شادیاں کروانے کا جنون تھا لیکن ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ کو علم نہ ہونے دیتیں۔ بے شمار مستحقین کے خاموشی سے وظائف جاری کئے۔ اپنے عزیزوں کو اس کارخیر میں شامل کرتیں لیکن برملا کہتی تھیں کہ مستحق کا نام نہیں بتاؤں گی، مدد کرسکتے ہو تو کرو، نہیں کرسکتے تو نہ کرو۔

پاکستان ہجرت کرتے وقت ہندوستان کی جائیداد کے کاغذات اپنے میاں کے سوتیلے رشتہ داروں کو دے آئیں اور پاکستان آکر ان کا کلیم نہ کیا کہ یہ تو خود دے کر آئی ہوں۔

آپ کے بیٹے مکرم غلام احمد عطاء صاحب ایک بار بچپن میں ایسے بیمار ہوئے کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ بہت دعائیں کیں تو خواب دیکھا کہ ان کو ذبح کر رہی ہیں۔ آنکھ کھلنے پر عہد کیا کہ انہیں وقف کردیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قربانی قبول فرمائی اور وہ صحت یاب ہوگئے۔ بعد میں انہوں نے M.Sc میں گولڈ میڈل حاصل کیا تو بہت اعلیٰ نوکریوں کی پیشکش ہوئی لیکن انہوں نے اپنی والدہ کے کہنے پر وقف کے عہد کو پوری طرح نبھایا۔

۱۹؍جون ۱۹۸۰ء کو ۸۰ سال کی عمر میں حضرت استانی صاحبہ کی وفات ہوئی۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 Friday, August 29, 2003 Issue No. 35

حاصل مطالعه

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

بطل پاکستان حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کو خراج تحسین

مؤرخ پاکستان جناب کے۔کے۔عزیز کے قلم سے:

”سر ظفراللہ کو مبدء فیض سے وہ ذہانت ودیعت ہوئی تھی جو مکر و ریا کی بناوٹوں، قانونی چالبازیوں، سیاسی دوغلے پن اور سفارتی حیلہ جوئیوں کے سامنے اُساری ہوئی دیواروں کو چیر کر حقیقت تک پہنچ جاتی تھی۔انکا ذہن شیشہ کی طرح صاف تھا اور ان کی سوچ کی صداقت اس میں منعکس ہوتی تھی، ان کی بے پناہ محبت کے آگے پیچیدہ مسائل یا وقت کی کمی کے عذر محض ہیچ تھے۔عدالت ہو یا دستور ساز اسمبلی یا کوئی اور عالمی ادارہ وہ اپنے موقف کے حق میں اپنے دلائل کو قدم بہ قدم آگے بڑھاتے، ایک کے بعد دوسری دلیل پیش کرتے اور اپنے موقف کو مضبوط تر کرتے چلے جاتے تھے۔وہ ایک چابک دست معمار کی طرح دلائل و استدلال کی عمارت یوں استوار کرتے کہ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔زبان و بیان کی روانی ان کے استدلال میں قوت پیدا کرتی تھی اپنے موقف کی سچائی کا یقین ان کے لفظوں کو مجبور کر دیتا تھا کہ وہ ان کے سامنے سپاہیوں کی طرح صف بستہ رہیں، تقریر کرتے ہوئے ان کے منہ سے پھول جھڑتے تھے اور ان کے اشارات ہمیشہ بامعنیٰ ہوتے تھے۔یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے موقف کو مہین لباس پہنا کر سامنے لے آئیں۔ان کی باتوں کی سچائی واضح اور غیر مبہم ہوتی تھی اور استدلال کے شاندار لباس میں ملبوس ہوتی تھی۔ان کی وفاداری خستہ اور کمزور نہیں تھی، نہ ہی ان میں سرد مہری کا تکبر یا غرور تھا کہ اپنے اوپر والوں کو باتوں میں لگائے رکھیں یا بحث مباحثوں میں ٹامک ٹوئیے مارتے رہیں۔ان کی تربیت مختلف ماحول میں ہوئی تھی۔وہ حقائق کی منطق کو بحث و اختلاف کی منطق کے ساتھ آمیز کرنا جانتے تھے اور مسائل کو گفت و شنید کے ذریعہ حل کرنے میں یقین رکھتے تھے۔وہ زندگی بھر شہرت اور آسودگی کی چکا چوند میں رہے مگر ان کی چال میں نرمی، تواضع اور انکساری نمایاں رہی۔کامیابیوں کی خوشبو انہیں کم دماغ نہ بنا سکی، دنیاوی مراتب کی شان و شوکت اور آن بان سے ان کے ذاتی وقار پر کوئی حرف آیا، نہ ان کی تواضع میں کوئی خلل آیا اور نہ ہی ان کی انسانیت مسموم ہوئی۔

ظفراللہ نے ساری عمر محنت اور یکسوئی اور فرض شناسی کے ساتھ اپنے ملک کی خدمت اور ملک بنانے والی تحریک کی خدمت کی۔ ہم پاکستانی مسلمانوں نے انہیں اپنے مذہب سے تو نکال باہر کیا ہے مگر ہمیں انہیں اپنے ذہنوں سے محو نہیں کر دینا چاہیے کیونکہ جو قومیں اپنے عظیم آدمیوں کو فراموش کر دیتی ہیں ان میں رفتہ رفتہ عظیم آدمی پیدا ہونا ہی بند ہو جاتے ہیں“۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(”عظیم آدمیوں کی یاد میں“ صفحہ ۸۳۔۸۴ ناشر عزیز دین گارڈ۔لاہور اشاعت ۲۰۰۲ء بحوالہ ”سر ظفراللہ کی یاد داشتیں“ صفحہ ۱۱۔۱۳ مترجم جناب پروفیسر ڈاکٹر پرویز پر وازی۔ناشر اورینٹل پبلشرز ٹورانٹو طبع اوّل جون ۲۰۰۳ء بشکریہ شعبہ تاریخ زبانی کولمبیا یونیورسٹی۔نیو یارک)

جماعت احمدیہ ہالینڈ کے ۲۳ ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

(رپورٹ: مکرم مبشر احمد چوهدری۔افسر جلسه سالانه)

نن سپیٹ (Nunspeet) بیت النور میں جماعت احمدیہ ہالینڈ کا ۲۳واں جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم اور کامیابی کے ساتھ اور اپنی تمام تر برکتوں اور رونقوں سے لبریز منعقد ہوا۔الحمدللہ

محترم امیر صاحب کی منظوری سے خاکسار اور جلسہ سالانہ کمیٹی نے جلسہ سالانہ کے انتظامات کو احسن طریق پر چلانے کے لئے کل ۳۲ شعبہ جات تشکیل دئے۔اور ہر شعبہ کے لئے الگ ناظم مقرر کیا گیا۔محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے سوا ایک بجے لوائے احمدیت کی پرچم کشائی کی اور محترم امیر صاحب ہالینڈ نے ہالینڈ کا جھنڈا الہرایا۔دعا کے بعد محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے نمازوں کی ادائیگی اور پھر عبادات کو ان کے معراج تک پہنچانے کے مضمون پر روشنی ڈالی۔نماز جمعہ کے بعد احباب نے MTA کے ذریعہ حضور انور کا خطبہ جمعہ سنا۔ جلسہ کے افتتاحی اجلاس کا آغاز بیت النور کے قریب ایک ہال میں چار بجے سہ پہر امام راشد صاحب کی زیر صدارت ہوا۔تلاوت اور نظم کے بعد پہلی تقریر محترم امیر صاحب ہالینڈ مکرم ھبۃ النور فرحاخن نے کی جس میں جلسہ سالانہ کی مختصر تاریخ بیان کی اور ان دعاؤں کا ذکر کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھیں۔اس اجلاس کے بعد شام کو مہمانوں کے ساتھ تبلیغی نشست ہوئی جس میں کل تعداد ۷۵ افراد تھی۔

دوسرے روز کے پہلے اجلاس کا آغاز محترم امیر صاحب بلجیم کی زیر صدارت ہوا۔اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم ہدایت اللہ ھبش صاحب آف جرمنی کی ”یورپ میں تبلیغ“ کے موضوع پر انگلش زبان میں تھی جس کا اردو ترجمہ ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔دوسری تقریر مکرم نصیر احمد شاہد صاحب مبلغ بلجیم نے ”ذکر حبیب“ (حضرت مسیح موعودؑ) کے موضوع پر کی۔اس دن کے دوسرے اجلاس میں تین تقاریر ہوئیں جو تینوں ڈچ زبان میں تھیں۔اور اس اجلاس میں پچاّس ڈچ مہمانوں اور ”نن سپیٹ“ کے میئر نے شرکت کی۔ایک مقامی چرچ کے پادری نے بھی تقریر کی اور جماعت کی محبت کی عملی کارکردگی کو سراہا۔اس اجلاس کے بعد مہمانوں نے مختلف سوالات پوچھے جن کے ڈچ زبان میں محترم امیر صاحب نے جوابات دیئے۔شام کو اردو بولنے والے احباب کے ساتھ مجلس سوال و جواب ہوئی محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے سوالات کے جوابات دیئے۔

اس جلسہ کے آخری دن صبح کے اجلاس میں پہلی تقریر محترم حامد کریم صاحب مبلغ پولینڈ کی تھی انہوں نے ”غزوات النبی ﷺ“ کے موضوع پر تقریر کی۔دوسری تقریر مکرم نعیم احمد وڑائچ صاحب مبلغ ہالینڈ نے ”صداقت حضرت مسیح موعودؑ“ کے موضوع پر کی۔اختتامی اجلاس مرکزی نمائندہ محترم عطاء المجیب راشد صاحب کی زیر صدارت بعد دوپہر شروع ہوا۔پہلی تقریر مکرم محمد جلال شمس صاحب نے اپنی ”اسیری کی یادوں“ کے موضوع پر کی جو بڑی ایمان افروز اور جذبات سے معمور تھی۔دوسری تقریر مکرم امیر صاحب ہالینڈ کی تھی انہوں نے جلسہ میں شامل ہونے والے مہمانوں اور بیرونی امراء، مبلّغین خاص طور پر محترم عطاء المجیب راشد صاحب کا شکریہ ادا کیا۔جلسہ کی کل حاضری مجموعی طور پر ۷۵۱ رہی۔الحمدللہ

بعدہ ایک ڈچ مہمان جو ایک جج کے عہدے پر فائز ہیں نے جماعت احمدیہ کی محبت اور پیار کی تعلیم کی نہایت احسن پیرایہ میں تعریف کی۔

جلسہ کے اختتامی خطاب میں مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے ”نظام جماعت سے وفا، عبادات اور جماعتی عہدیداروں کی اطاعت“ اور آخر میں نظام خلافت کے ساتھ پیار و وفا اور خلافت کی برکات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔اختتامی دعا کے ساتھ بخیر و خوبی یہ مبارک جلسہ اختتام پذیر ہوا۔الحمدللہ۔

❁ ❁ ❁

ضروری ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض احمدی احباب آنحضرت ﷺ کے نام نامی ”محمدؐ“ کو انگریزی میں مخفّف کر کے "Mohd." لکھتے ہیں یا اس کے سپیلنگ غلط لکھتے ہیں۔حضور انور نے فرمایا ہے کہ یہ غیر مناسب ہے۔پورا نام "Mohammad" لکھنا چاہئے۔مہربانی فرما کر تمام احباب کو اس ہدایت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔ جماعتی رسالوں میں بھی اس کا اعلان کروادیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(پرائیویٹ سیکرٹری)

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا فیکس نمبر حسب ذیل ہے:

Fax NO: 020 8870 5234

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔